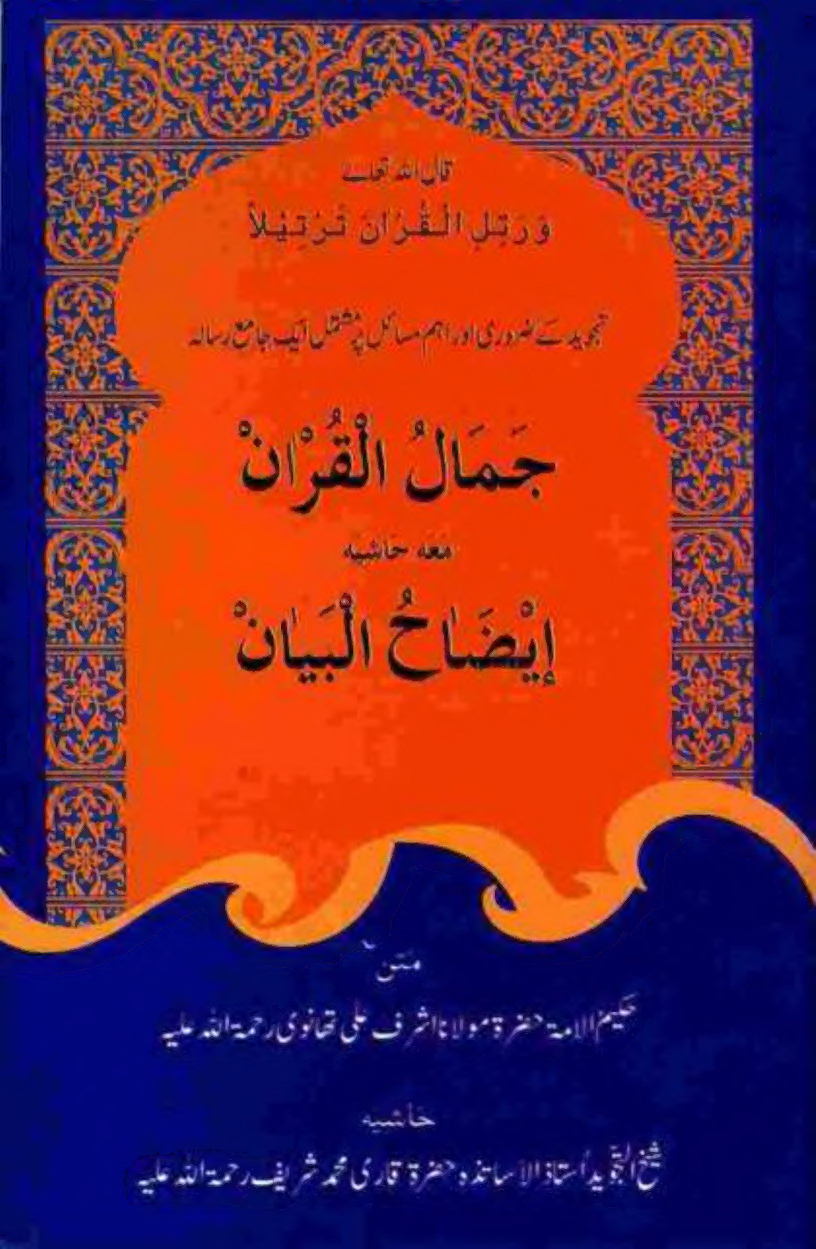

قال اللہ تعالٰے

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً

تجوید کے ضروری اور اہم مسائل پر مشتمل ایک جامع رسالہ

جَمَالُ الْقُرْاٰنْ

معہ حاشیہ

اِیْضَاحُ الْبَیَانْ

متن

حکیم الامۃ حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حاشیہ

شیخ التجوید استاذ الاساتذہ حضرۃ قاری محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ

قال اللہ تعالیٰ

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا

تجوید کے ضروری اور اہم مسائل پر مشتمل ایک جامع رسالہ

جَمَالُ الْقُرْآنْ

مع حاشیہ

إِيْضَاحُ الْبَيَانْ

متن

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حاشیہ

شیخ التجوید استاذ الاساتذہ حضرت قاری محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

(از محشی)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد۔ رسالہ جمال القرآن مصنفہ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو علم تجوید میں جو مقبولیت و شہرت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ رسالہ اپنا سا آپ ہے یہ رسالہ پاک و ہند کے اکثر دینی مدارس عربیہ کے شعبہ ہائے تجوید میں داخل نصاب چلا آ رہا ہے جس کی سب سے بڑی وجہ مصنف رحمہ اللہ کا خلوص اور ان کا علمی مقام ہے۔ اور پھر اس کتاب کی زبان کا عام فہم اور آسان ہونا دوسری وجہ ہے کتاب کی مقبولیت کی لیکن چونکہ اس میں کچھ مقامات ایسے تھے جو قابل وضاحت اور تشریح طلب سمجھے گئے۔ اس لیے اصحاب علم نے اس پر متعدد حاشیے لکھے ہیں جو سب ہی مفید اور مشعل راہ ثابت ہوئے لیکن اہل نظر سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ زمانہ جتنا آگے کی طرف بڑھتا جا رہا ہے اتنی ہی سمجھنے سمجھانے کی صلاحیت کم اور علمی استعداد ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اس لیے ضرورت محسوس کی گئی کہ پیش نظر رسالہ پر ایک ایسا حاشیہ لکھا جائے جو آسان بھی ہو اور مفصل بھی۔ تاکہ دور حاضر کے معلمین اور ابتدائی متعلمین اس سے استفادہ کر کے رسالہ ہذا کے مضامین کو کما حقہ سمجھ سکیں۔ یہی مقصد ہے اس کوشش کا اور بس۔ اس بات کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے کہ حاشیہ کے مضامین عام فہم اور سلیس عبارت میں بیان ہوں اور اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ متن میں کوئی جگہ ایسی رہ جائے جس کی وضاحت کرنا ضروری ہو اور نہ کی جائے۔ اور اسی مناسبت سے اس حاشیہ کا نام **ایضاح البیان** تجویز کیا گیا ہے اور اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ رسالہ **جمال القرآن** عام طور سے زیادہ پڑھایا جاتا ہے۔ اس لیے حاشیہ میں زیادہ تر متن کتاب کو ہی حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور فن سے متعلق مشکل مباحث کو حتی الامکان نہیں چھیڑا گیا۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف و کرم سے اس کوشش کو قبول فرما کر طالبین فن کے لیے نافع اور محشی کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔

واللہ الموفق والمعین۔

نوٹ :

جس طرح مؤلف نے متن کے مضامین کو لمعات میں تقسیم فرمایا ہے۔ اسی طرح حاشیہ میں بھی لمعات قائم کر دیئے گئے ہیں اور ناظرین کی سہولت کی خاطر حاشیہ میں نمبر بھی لمعات کے اعتبار سے لگائے گئے ہیں صفحات کے اعتبار سے نہیں لگائے گئے۔

شکریہ معاونین :

میں اس موقع پر ان احباب اور مخلصین کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے کہ حاشیہ کی تالیف کے وقت کسی حیثیت سے بھی میری مدد فرمائی یا اس کی طباعت کے لیے کوشش کی۔ حافظ محمد یار سرگودھوی۔ حافظ مولوی عبد اللطیف عثمانی۔ فاروق الحق الاسلام ڈیروی مولوی عبد الرحمن ہزاروی اور حافظ مولوی محمد یوسف عثمانی استاد دی مسراج احمد خانپوری یہ سب دلی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نہایت خلوص اور بڑی محنت کے ساتھ کتابت مسودہ کی خدمت انجام دی۔

جزاهم الله أحسن الجزاء

العبد الضعیف ابو الاشرف محمد شریف خادم مدرسہ دار القراء بی بلاک ماڈل ٹاؤن

لاہور۔ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ روز یک شنبہ

ایک ضروری گزارش

اصحاب فضل و کمال سے گزارش ہے کہ ان حواشی میں اگر کہیں کوئی غلطی یا تسامح ملاحظہ فرمائیں تو تحریری اور شفقت علی الطلبہ کے جذبہ سے محشی کو آگاہ فرمائیں۔ تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جا سکے۔

ــ ناظم مکتبہ القراءۃ لاہور

دیباچہ از مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ چند اوراق ہیں ضروریات تجوید میں مسمّٰی بہ جمال القرآن[1] اور اس کے مضامین کو منقسم بہ لمعات کیا جاوے گا۔ مجھ کو مکرمی مولوی حکیم محمد یوسف صاحب مہتمم مدرسہ قدسیہ گنگوہ کی فرمائش پر کتب معتبرہ سے خصوصاً رسالہ ہدیۃ الوحید مؤلفہ قاری عبدالوحید صاحب مدرس اول درجہ قراءت مدرسہ عالیہ دیوبند سے منتخب کرکے بہت آسان عبارت میں جس کو مبتدی بھی سمجھ لیں لکھا گیا ہے اور کہیں کہیں قراءت کے دوسرے رسالوں سے بھی کچھ لکھا ہے۔ وہاں ان رسالوں کا نام لکھ دیا ہے اور کہیں اپنی یادداشت سے کچھ لکھا ہے وہاں کوئی نشان بنانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ [illegible] اگر اس میں [illegible] احقر کا مشکور ہے۔ وباللہ التوفیق وھو خیر الرفیق۔ (کتبہ اشرف علی تھانوی [illegible] حنفی چشتی عفی عنہ)

مشورۂ مفید: اول اس رسالہ کو خوب سمجھا کر پڑھائیں اور ہر شے کی تعریف اور مخارج وصفات وغیرہ خوب یاد کرا دیں۔ اس کے بعد رسالہ تجوید القرآن نظم حفظ کرا دیا جائے اور اگر فرصت ہو تو رسالہ رحیق القرآن کو یاد کرا دیا جائے۔ فقط (کتبہ اشرف علی عفی عنہ)

---

[1] اس کا یہ نام نہایت [illegible] ہے کیونکہ جمال کے معنی حسن کے ہیں اور تجوید تلاوت قرآن کا حسن ہے جیسا کہ علامہ جزری نے اپنے مشہور رسالہ مقدمہ جزریہ میں فرمایا ہے اسی لئے مضامین کو ابواب یا فصول کی بجائے لمعات سے ملقب کرنا بھی نہایت موزوں [illegible] ہے۔ اس میں [illegible] کیونکہ لمعات لمعہ کی جمع ہے اور لمعے کے معنی چمک اور روشنی کے [illegible] لمع البرق [illegible] نہایت مناسبت پائی جاتی ہے [illegible] کی طرف اشارہ [illegible] اسی طرح [illegible] واللہ اعلم [illegible] اور تجوید القرآن [illegible] حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ [illegible] منظوم ہے ۱۲۔

پہلا لمعہ ۱؎

تجوید کہتے ہیں ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کی صفات کو ادا کرنا اور اس علم کی حقیقت اسی قدر ہے ۲؎ اور مخارج اور صفات آگے آویں گے چوتھے اور پانچویں لمعہ میں۔

دوسرا لمعہ

تجوید کے موافق قرآن پڑھنا یا غلط پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا لحن کہلاتا ہے اور یہ دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا پڑھ دیا جیسے اَلْحَمْدُ کی جگہ اَلْهَمْدُ پڑھ دیا۔ یا ث کی جگہ س پڑھ دیا۔ یا ح کی جگہ ہ پڑھ دی یا ذ کی جگہ ز پڑھ دی یا ص کی جگہ س پڑھ دیا۔ یا ض کی جگہ د یا ظ پڑھ دی۔ یا ط کی جگہ ت پڑھ دی۔ یا ع کی جگہ ہمزہ پڑھ دیا۔ اور ایسی غلطیوں میں اچھے خاصے لکھے پڑھے لوگ بھی مبتلا ہیں۔ (۲) یا کسی حرف کو بڑھا دیا جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں دال کے پیش کو اور ہ کے زیر کو اس طرح کھینچ کر پڑھا اَلْحَمْدُوْ لِلّٰهِیْ (۳) یا کسی حرف کو گھٹا دیا جیسے لَمْ يُوْلَدْ میں واؤ کو ظاہر نہ کیا اور اس طرح پڑھا لَمْ يُلَدْ

حواشی لمعہ اول ۱؎ اس لمعہ میں مصنف نے تجوید کی تعریف اور اس کی حقیقت بیان فرمائی ہے اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ کسی علم و فن کے شروع کرنے سے پہلے اس کی تعریف معلوم کر لی جائے اور تعریف کے علاوہ اس علم کا موضوع اور اس کی غرض و غایت اور اس کا فائدہ یہ چیزیں بھی شروع ہی میں معلوم کر لیتے ہیں مگر مصنف نے اختصار کے پیش نظر فقط تعریف پر ہی اکتفا کیا ہے۔ اس لئے حاشیہ میں یہ چیزیں بھی انشاء اللہ اختصار کے ساتھ بیان کر دی جاتی ہیں۔ ۲؎ چونکہ تجوید کے دو جز ہیں۔ پہلا جز مخارج الحروف اور دوسرا صفات الحروف جیسا کہ متن سے ظاہر ہے اور مخارج اور صفات کے سمجھنے کی تفصیل آگے چل کر پڑھ جائیں گے اور موضوع اس کا حروف تہجی اور غایت تصحیح حروف اور فائدہ حصول رضائے الٰہی ہے ۳؎ مصنف کا مقصد یہ ہے کہ تجوید کے اجزاء یہی دو ہیں۔ رہا لہجہ سو وہ تجوید کا جز نہیں گو مستحب اور مستحسن ہے بشرطیکہ لہجہ کی وجہ سے قواعد تجوید نہ بگڑیں۔ ورنہ مکروہ یا حرام ہے۔ تفصیل بڑی کتابوں میں دیکھیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر ایک شخص قواعد تجوید کی رعایت کرتا ہے مگر لہجہ نہیں بنا سکتا تو وہ مجود کہلانے کا مستحق ہے۔ اور اس کے برعکس اگر کوئی شخص لہجہ تو خوب صاف بناتا ہے مگر قرآن کی تلاوت تجوید کے موافق نہیں کرتا تو اس کو مجود کہنا کسی طرح صحیح نہیں۔ ۱۲

(۳) یا زبر زیر پیش جزم میں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ دیا جیسے اِیَّاکَ کے کاف کا زیر پڑھ دیا یا اِهْدِنَا میں ھ سے پہلے اسی طرح زبر پڑھ دیا اَهْدِنَا یا اَنْعَمْتَ کی میم پر اسی طرح حرکت پڑھ دی اَنْعَمَتَ یا دال اسی طرح سے کھڑا پڑھ دیا۔ ان غلطیوں کو لحن جلی کہتے ہیں اور یہ حرام ہے حقیقت اتجہ یا اور بعض جگہ اس سے معنی بگڑ کر نماز بھی جاتی رہتی ہے۔ اور دوسری قسم یہ کہ ایسی غلطی تو نہیں کی لیکن حرفوں کے حسین ہونے کے جو قاعدے مقرر ہیں

حواشی المقدمہ لہ پہلے شعر میں تجوید کی تعریف اور اس کی حقیقت وغیرہ بیان کرنے کے بعد اب اس شعر میں مصنف غلطیوں کی انواع اور ان کی قسمیں بیان فرماتے ہیں۔ چونکہ علم تجوید کا مقصد ہی قرآن مجید کو غلط پڑھنے سے بچانا ہے اس لیے مصنف نے اس شعر میں وہ تمام صورتیں بیان فرما دی ہیں جو تجوید کے خلاف یعنی غلط پڑھنے سے پیدا ہوتی ہیں ۱۲ سے تجوید کے خلاف پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا یا غلط پڑھنا ان تینوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ بے قاعدگی غلطی ہے اور غلطی بے قاعدگی اور یہی مطلب ہے تجوید کے خلاف پڑھنے کا بھی ۱۲ سے لحن کا اطلاق ہر قسم کی غلطی پر ہوتا ہے خواہ بھاری ہو یا ہلکی۔ البتہ بعد میں اس کی تقسیم ضروری ہے جیسا کہ مصنف نے کی ہے۔ پس بھاری غلطی کو لحن جلی اور ہلکی غلطی کو لحن خفی کہتے ہیں۔ پھر لحن جلی کا اطلاق چار قسم کی غلطیوں پر ہوتا ہے (۱) ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جائے (۲) کوئی حرف زیادہ ہو جائے۔ (۳) کوئی حرف کم ہو جائے۔ (۴) حرکت و سکون میں غلطی ہو جائے یعنی ایک حرکت کی بجائے دوسری حرکت یا حرکت کی بجائے سکون یا سکون کی بجائے حرکت ادا ہو جائے۔ یہ سب صورتیں اور ان کی مثالیں الفوائد میں موجود ہیں۔ مصنف کے کہنے اور صورتوں کو واضح کرنے کی غرض سے متن میں نمبر لگا دیے گئے ہیں۔ پس متن میں پہلے تو نمبر ایک تا چار کے ضمن میں لحن جلی کی چار صورتیں اور ان کی مثالیں بیان کی ہیں اور پھر لحن جلی کا حکم بتایا ہے اور پھر اس کے بعد لحن خفی کی تعریف اور اس کا حکم بیان کیا ہے۔ یہی ترتیب کتاب میں رکھ کر متن کا مطالعہ کیجئے تو ان شاء اللہ سمجھ میں آ جائے گا ۱۲ سے یہاں لکھے پڑھے لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو عربی زبان سے واقف اور قرآن مجید کا ترجمہ جانتے ہیں۔ اور یہ حضرات باوجود علم رکھنے کے ان غلطیوں میں جو مبتلا ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی لفظ کا معنی اور اس کا مادہ وغیرہ جاننے سے اس لفظ کی صحیح ادائیگی نہیں آ جاتی اس کے لیے تو کسی مجود قاری سے مشق کرنی پڑتی ہے ۱۲ سے یعنی جو اوپر نمبر ۳ کے ضمن میں بیان ہو چکی ہیں ۱۲ سے اگر کوئی ان غلطیوں کو لفظاً وہ

اُن کے خلاف پڑھا جیسے تَمَّ پڑھ ب زبر یا پیش ہوتا ہے اس کو پُر پڑھتے ہیں بھر کر پڑھا جاتا ہے جیسے اَلْقُرْاٰنُ کی را جیسا کہ اَلْقُرْاٰنُ المجید میں ہے کو اکثر نے باریک پڑھ دیا اس کو لحن خفی کہتے ہیں یہ غلطی پہلی غلطی سے ہلکی ہے لیکن مکروہ ہے (حقیقۃ التجوید) لیکن بچنا اس سے بھی ضروری ہے۔

تیسرا لمعہ

قرآن شریف شروع کرنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا ضروری ہے اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر سورت سے شروع کرے

معنی دونوں پر ہیں کہ لفظ تو ظاہر ہی کا منافی ہوتا ہے جیسا کہ زبان کی ضد وجہ باطن سے ظاہر ہے شہ حرکت کی ضد یا زبر جیسا کہ لفظ لحن سے ظاہر ہے الخ ذیل میں فساد وجہ لحن کی ہے کہ آتا ہے۔ لحن خفی سے تحسین اداء فوت ہوتی ہے مثالیں لحن خفی کی کتابوں کے باب فوائد القاری وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہیں ۱۲ شہ اس قسم کے قاعدوں کو لحن خفی کی اصطلاح میں صفات عارضہ سے تعبیر کرتے ہیں ۱۲ فہ یعنی زبر یا پیش کی حالت میں تَمَّ کو پُر پڑھنا اس کی صفت عارضہ ہے اور حسین ہونے کے قاعدوں سے ہے اور اسی قسم کی صفات ہیں کہ ان کا بیان مستقل طور پر کتابوں میں آتا ہے ۱۲ سلہ کیونکہ اس قسم کی غلطی سے نہ تو لفظ بدلتا ہے نہ معنی بدلتا ہے، صرف حرف کا حسن اور اس کی زینت جاتی رہتی ہے ۱۲ سلہ اس لیے کہ ان تمام غلطیوں سے بچنے کی صورت یہی ہے کہ تجوید کا علم سیکھے۔ اور اس سے بچنا بھی تجوید کا ایک حصہ ہے ۱۲

فائدہ: مصنف نے لمعہ کے شروع میں جو یہ فرمایا ہے کہ تجوید کے خلاف پڑھنا یا غلط پڑھنا لحن ہے تو مطلب یہ ہے کہ لحن خفی لانے سے لحن کے انواع کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اس طرح کہ ابدال حرف بحرف آخری حرف تجوید کے خلاف پڑھنے سے حرف میں کمی بیشی ہو جانے یا ایک حرکت کے دوسری حرکت سے بدل جانے اور حرکت کے سکون سے اور سکون کے حرکت سے بدل جانے کی طرف غلط پڑھنے سے اور صفات عارضہ کے ادا نہ ہونے کی طرف بے قاعدہ پڑھنے سے اشارہ ہو۔ کیونکہ ابدال حرف بحرف اور لحن جلی کی صورتیں ہیں کا احتمال بالعموم تجوید ہی کے نہ ہونے سے ہوتا ہے، اس لیے زبان سے صحیح مخارج اور صفات کا ادا کرنا ضروری ہے جیسا کہ ان کی مثالوں سے ظاہر ہے اور ان حروف میں تمیز فرق کرنا مشکل ہے اور حروف کی کمی بیشی کرا دیتے ہیں حرکات و سکون کی غلطی کو علماء عربیت بھی محسوس کر لیتے ہیں جو تجوید نہیں جانتے۔ اس لیے ان کی جانب اشارہ بھی عام عبارت سے کیا ہے یعنی غلط پڑھ

تو بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے کوئی سورت بیچ میں شروع ہو گئی تب بھی بسم اللہ ضروری ہے مگر اس دوسری صورت میں سورۂ براءۃ کے شروع میں نہ پڑھے اور بعض عالموں نے کہا ہے کہ کسی صورت میں بھی سورہ براءۃ پر بسم اللہ نہ پڑھے۔ اور اگر

اور اگر مصنف علامہ کی عدم ادائیگی کا احساس بھی مجودین کو ہوتا ہے مگر چونکہ وہ تجوید کا ابتدائی رسالہ نہیں ہے جس طرح کہ مخارج وصفات مذکور ہیں۔ اس لیے ان کی غلطی کی طرف اشارہ بھی ہلکے عنوان سے کر دیا یعنی بے قاعدہ پڑھنا چنانچہ قرآن میں بھی ان کے ترک کو حرفوں کے مخفی ہونے کے قائلین کے خلاف پڑھنے ہی سے تعبیر فرمایا ہے اور اس مقدمہ کو اصل مسائل پر جو تقدیم کیا ہے تو اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ مصنف کے پیش نظر یہ مسئلہ ہو کہ آئندہ صفحات میں بیان ہونے والے مسائل کو یاد کر لینے والے ان کی روشنی میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے متعلقہ غلطیوں سے بچنا ہے جو یہاں بیان کر دی گئی ہیں۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم ۱۲۔

حواشی مقدمہ سوم! سلہ اس مقدمہ میں مصنف نے اعوذ اور بسم اللہ کے پڑھنے کا محل اور موقع بیان فرمایا ہے اور مسئلہ کے باقی پہلوؤں کو ابتدائی رسالہ ہونے کی وجہ سے نظر انداز فرما دیا ہے۔ احقر کی رائے میں مبتدی کے لیے بھی یہی مناسب ہے کہ کتاب میں مسئلہ کی جو شق ذکر کی ہے اس کے سوا اور دوسری شقوں سے تعرض نہ کریں تاکہ مبتدی کا ذہن منتشر نہ ہو ۱۲ سلہ خواہ کسی سورت کے شروع سے پڑھنا شروع کیا جائے یا درمیان سے مثلاً کسی پارہ یا رکوع وغیرہ کے شروع سے پڑھا جائے ۱۲ سلہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں اس کا حکم فرمایا ہے ۱۲ سلہ اس تفصیل کے سمجھنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ یہاں سورت اور صورت میں کیا فرق ہے۔ یعنی سورۃ تو وہی عام لفظ ہے یعنی قرآن مجید کی سورۃ اور صورت یعنی حالت ہے۔ اب سمجھو کہ بسم اللہ کے پڑھنے کا اعتبار ابتدائے سورت سے ہے اور ابتدائے سورۃ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ابتدائے سورۃ سے پڑھنا شروع کیا جائے اور دوسری یہ کہ ابتدائے سورۃ کے درمیان قرأت میں واقع ہو یعنی پڑھتے پڑھتے درمیان میں سورۃ شروع ہو جائے پس بسم اللہ پڑھنا ابتدائے سورۃ میں ان دونوں صورتوں میں ضروری ہے۔ البتہ سورۂ براءۃ میں بسم اللہ کا حکم اس عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر تو سورۃ براءۃ پڑھتے پڑھتے درمیان میں شروع ہو جائے تب تو اس کے شروع میں بسم اللہ کا پڑھنا سب کے نزدیک ناجائز ہے اور اسی کو کتاب میں دوسری صورت کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے اور اگر یہیں سے پڑھنا شروع کیا جائے تو اس صورت میں بھی اکثر علماء ناجائز کہتے ہیں۔ البتہ بعض علماء

کسی سورت کے بیچ میں سے پڑھنا شروع کیا تو بسم اللہ پڑھ لینا بہتر ہے۔ ضروری نہیں لیکن اعوذ اس حالت میں بھی ضروری ہے۔

نے اس حالت میں پڑھنے کو جائز بتایا ہے اور اگرچہ بعض اکثر کے قول کو بعض کا قول بتایا ہے تو یہ وجہ محققین کی تحقیق کے خلاف ہے اور جمہور علماء اس صورت میں جائز بتاتے ہیں لیکن وہ بھی ابتدائے سورت کے لحاظ سے نہیں بلکہ صرف تبرکاً یعنی برکت حاصل کرنے کی غرض سے جائز بتاتے ہیں جیسا کہ ابتدائے قرأت درمیانی سورۃ کی صورت میں بھی اسی قصد کے لیے بسم اللہ کا پڑھنا جائز بلکہ بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔ اس مسئلہ کی پوری تفصیل تو نہایۃ مفید شرح فوائد مکیہ میں مذکور ہے ۱۲ منہ ؎ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ کام جو مہتم بالشان ہو اگر اس کو بغیر بسم اللہ کے شروع کیا جائے تو اس میں برکت نہیں ہوتی۔ اور تلاوت قرآن سے بڑھ کر اور کونسا کام مہتم بالشان ہوگا۔ لہٰذا بسملہ اس لیے نہیں کہ اس کا محل نہیں پایا گیا جو کہ ابتدائے سورۃ ہے ۱۲ منہ ؎ یعنی ابتداء قرأت درمیان سورۃ کی حالت میں ۱۲ منہ ؎ کیونکہ اس کا محل پایا جاتا ہے یعنی ابتدائے قرأت۔ **ایک مفید مشورہ** مبتدیوں کو چاہیے کہ پہلے اچھی طرح سمجھا کر پڑھا چکنے کے بعد سورت اور قرأت کے شروع اور درمیان کے لحاظ سے جو تین تین صورتیں نکلتی ہیں وہ ہر شکل میں اعوذ اور بسم اللہ دونوں کے یا دونوں میں سے ایک کے پڑھنے کا جو حکم ثابت ہوتا ہے طلبہ کو یہیں سمجھا دیں مگر کوشش اس بات کی کریں کہ کہلانے کا انداز مختصر اور آسان اس طرح کریں کہ اس خلاصہ میں یہ بات معلوم ہوئی کہ شروع قرأت میں اعوذ کا اور شروع سورت میں بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی سورۃ کے شروع سے پڑھنا شروع کیا جائے تو وہاں اعوذ اور بسم اللہ دونوں ہی پڑھی جائیں گی۔ اعوذ تو اس لیے کہ شروع قرأت ہے اور بسم اللہ اس لیے کہ شروع سورت ہے اور اگر شروع قرأت درمیان سورت سے ہو یعنی کسی سورت کے درمیان سے پڑھنا شروع کیا جائے تو وہاں اعوذ تو ضرور پڑھی جائے گی اور بسم اللہ کا پڑھنا بھی مستحب ہے مگر ضروری نہیں۔ اور اگر شروع سورت درمیان قرأت ہو یعنی پڑھتے پڑھتے درمیان میں سورت شروع ہو جائے تو وہاں صرف بسم اللہ ہی پڑھی جائے گی۔ پس یہ کل تین شکلیں ہوئیں۔ ۱ شروع قرأت شروع سورت ۲ شروع قرأت درمیان سورت ۳ شروع سورت درمیان قرأت۔ اب یہ سمجھو کہ شروع قرأت شروع سورت میں اعوذ کو بسم اللہ سے اور بسم اللہ کو آیت سے ملا کر یا دونوں پر وقف کر کے یا پہلے کو دوسرے سے ملا کر اور دوسرے پر وقف کر کے یا اس کے برعکس یعنی پہلے پر وقف کر کے اور دوسرے کو آیت سے ملا کر کسی طرح چاہو پڑھو ہر طرح جائز ہے اور شروع قرأت درمیان سورت میں اگر بسم اللہ پڑھیں تو اس کو آیت سے ملا کر پڑھنا جائز نہیں بلکہ الرَّحِیْمِ پر وقف کر کے پڑھنا ہی ضروری ہے۔ ہاں اعوذ کو بسم اللہ سے ملا

چوتھا لمعہ[1]

جن موقعوں[2] سے حروف ادا ہوتے ہیں ان کو مخارج[3] کہتے ہیں اور یہ مخارج سترہ[4] ہیں

اور دونوں ملانا اور نہ ملانا جائز ہیں اور اگر بسم اللہ نہیں پڑھی تو اعوذ کو اگرچہ آیت سے ملانا جائز تو ہے لیکن نہ ملانا بہتر ہے۔ اور اگر آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں سے کوئی نام ہو تو اس ابتدا سے اعوذ کو ملانا قطعاً جائز نہیں۔ دو سورتوں کے درمیان قرات میں پہلی سورۃ کے آخر پر وقف کرکے یا اس کو بسم اللہ سے ملا کر پڑھنا دونوں طرح جائز ہے۔ لیکن اگر سورۃ کے آخر کو بسم اللہ سے ملا دیا ہے تو اب الرحیم پر وقف کرنا جائز نہیں بلکہ اگلی سورۃ سے ملا کر پڑھنا ہی ضروری ہے۔ اور اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں سورۃ براءت شروع ہو جائے تو وہاں چونکہ بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی اس لیے دو ہی صورتیں باقی رہ جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ سورۃ انفال کے آخر پر وقف کرلیا جائے۔ دوسری یہ کہ اس کے آخر کو براءۃ من اللہ سے ملا کر پڑھا جائے البتہ یہاں پر ایک تیسری صورت بھی جائز ہے اور وہ یہ کہ سورۃ انفال کے آخر یعنی بکل شیء علیم پر بلا تنفس بے ٹھہرے دوسری سورۃ شروع کی جائے اور اسی کو سکتہ کہتے ہیں۔

حواشی لمعہ چہارم

[1] تجوید کی تعریف، لحن کی صورتیں اور ان کا حکم، اعوذ اور بسم اللہ کے پڑھنے کا موقع اور طریقہ بیان کرنے کے بعد اب اس لمعہ سے مصنف تجوید کے اصل مسائل شروع فرماتے ہیں اور جیسا کہ پہلے لمعہ میں فرما چکے ہیں کہ تجوید نام ہے حروف کو ان کے مخارج اصلیہ سے نکالنے اور ان کی صفات کے ادا کرنے کا۔ اس لیے اب مسائل کے بیان میں بھی اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے کہ پہلے حروف کے مخارج بیان فرمائے ہیں اور پھر صفات کی بحث لائے ہیں۔ اور مناسب بھی یہی ترتیب ہے کیونکہ حرف کے ادا ہونے میں پہلا مرتبہ مخرج کا ہے اور صفات کا درجہ مخرج کے بعد ہے ۱۲ [2] یعنی جن جگہوں سے جیسے زبان کی جڑ، زبان کی کروٹ اور دونوں ہونٹ وغیرہ۔ ان ہی جگہوں کو مخارج کہتے ہیں اور مخارج جمع ہے مخرج کی اور مخرج کے معنی ہیں حرف کے نکلنے کی جگہ ۱۲ [3] اس طرح کہ ایک جوف میں، دو حلق میں، دس زبان میں، دو ہونٹوں میں اور ایک ناک کی جڑ میں ہے۔ تفصیل کتاب میں آرہی ہے ۱۲ [4] اس مخرج کے تحت میں چونکہ مصنف نے مخرج کا نام لیا ہے نکلنے والے حروف اور ان حرفوں کے اصطلاحی ناموں کے علاوہ کچھ چیزیں اور بھی بیان فرمائی ہیں مثلاً جوف اور الف کا فرق، واؤ اور یا کی تین تین قسمیں، ترتیب مدہ کہنے اور مدہ نہ کہنے کی وجہ۔ اس لیے اساتذہ کو چاہیے کہ بچے کو سب چیزیں پہلے الگ الگ بتادیں اور پھر کتاب کی عبارت پڑھوا کر اس کی وضاحت کریں ۱۲

نمبر ۱۔ جوف[1] یعنی منہ کے اندر کا خلا، اس سے یہ حروف نکلتے ہیں۔ واؤ جبکہ ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر پیش ہو جیسے اَلْمَغْضُوْبِ یا جبکہ ساکن ہو اور اس سے پہلے زیر ہو جیسے نَسْتَعِیْنُ الف جبکہ ساکن[2] یعنی بیٹھا ہوا ہو اور اس سے پہلے زبر ہو جیسے [illegible]۔ اور ساکن نہ بیٹھے ہوئے یا کہ زبر زیر پیش ہو جیسے ءَ اَلْاَعْلیٰ اسی طرح ساکن بیٹھے[3] کو ہمزہ کہتا ہے اگرچہ عام لوگ اس کو بھی الف کہتے ہیں جیسے الحمد کے شروع میں جو الف ہے۔ یا یَاْتُوْنَ کے بیچ میں جو الف ہے یہ واقع میں ہمزہ ہے اور اس تمام کتاب میں ایسے ہی دونوں الفوں کو ہمزہ ہی کہا جاوے گا۔ یاد رکھنا اور جس الف اور جس واؤ اور جس یا کا ابھی اوپر ذکر ہوا ہے ان کو حروف مدہ اور حروف ہوائیہ بھی کہتے ہیں۔ مدہ نام اس لیے ہے کہ ان پر کبھی[4] مد بھی ہوتا ہے۔ جیسا مد کے بیان میں اس کا پورا حال معلوم ہوگا۔ اور دوسرا نام اس لیے کہ یہ حروف ہوا پر[5] ختم ہوتے ہیں۔ اور جس واؤ ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو واؤ لین کہتے ہیں جیسے خَوْفٍ اور جس یا ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو یا لین کہتے ہیں جیسے

---

[1] اس لفظ کا معنی تو مصنف نے بیان فرما دیا ہے یعنی منہ کے اندر کا خالی جگہ۔ اب سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ان حروف کے جوف سے نکلنے کا کیا مطلب ہے۔ پس مطلب اس کا یہ ہے کہ جس طرح اور حرفوں کی ادائیگی میں آواز کسی نہ کسی جگہ پہنچ کر رک جاتی ہے اس طرح ان حرفوں کی ادائیگی میں آواز کسی خاص جگہ پر ٹھہرتی نہیں ہے بلکہ منہ کے خلا میں چلی جاتی ہے اور ہوا ہی کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے ۱۲ [2] یعنی سہارا دے کر آواز دبا کر نکالی نہ جائے جیسے قَالَ اور یَقُوْلُ کا الف کیونکہ الف کی حقیقت یہی ہے ورنہ اگر بیٹھنے میں جھٹکا لگا تو الف نہیں رہے گا بلکہ ہمزہ ہو جائے گا جیسا کہ آگے بیان ہوتا ہے ۱۲ [3] یعنی جو حرف کے ساتھ ساکن ہونے یعنی [illegible] کی حرکت کے برابر ہونے کی قید لگائی ہے ۱۲ [4] یہ نام اس مد کی وجہ سے نہیں ہے جو کبھی ہوتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ جب ان میں مد نہ ہو اس وقت ان کا یہ نام بھی نہ ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ نام اس مد کی وجہ سے ہے جس پر ان حرفوں کی ذات کا مدار ہے جس کو مد ذاتی کہتے ہیں کیونکہ اس سے یہ کبھی خالی نہیں ہوتے اور متن میں جو کبھی کی قید بڑھائی ہے تو اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس مد کی حالت میں مد کا احساس زیادہ ہوتا ہے ۱۲ [5] ہوا پر ختم ہونے اور جوف سے ادا ہونے کا مطلب ایک ہی ہے جیسا حاشیہ نمبر ۱ میں اس کی تفصیل کی گئی ہے ۱۲ [6] یہ لفظ اس لیے بڑھایا گیا ہے کہ اگر کاتب کی غلطی سے نقطہ بھی نہ لگے تو اس کو [illegible] نہ پڑھے اور اسی طرح قرآن شریف کے حرفوں میں نقطے والے کی تمیز کا بھی یہی ذریعہ سمجھنا چاہیے ۱۲ [7] نہایت تنبیہ [illegible] قرآن کا ایک حصہ [illegible] جس قدر کہ بالکل آخر میں لکھا رہتا ہے اس کو [illegible] کہتے ہیں ۱۲ منہ

والقصّت میں۔ اولیین اور دوسرا متحرک کا مخرج ۔ کے سولھویں مخرج کے بیان میں آئے گا اور یا
متحرک اور یالینہ کا مخرج ۔ ے سترھویں مخرج کے بیان میں آئے گا۔ مخرج ۱: اقصیٰ حلق یعنی حلق کا
پچھلا حصہ سینہ کی طرف والا اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں ہمزہ و ہ۔ مخرج ۲: وسط حلق یعنی
حلق کا درمیان والا حصہ اس سے یہ حروف نکلتے ہیں ع اور ح۔ بے نقطوں والے۔ مخرج ۳: ادنیٰ حلق
یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کی طرف والا ہے اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں غ اور خ نقطوں والے
اور ان چھ حرفوں کو حروف حلقی کہتے ہیں۔ مخرج ۴: لہات یعنی کوّے کے متصل زبان کی جڑ جب اوپر
کے تالو سے ٹکرائے اس سے قاف ادا ہوتا ہے۔ مخرج ۵: قاف کے مخرج سے متصل ہی منہ
کی جانب ذرا نیچے ہٹ کر اس سے کاف ادا ہوتا ہے اور ان دونوں کو لہاتیہ کہتے ہیں۔
مخرج ۶: وسط زبان اور اس کے مقابل اوپر کا تالو ہے۔ اس سے یہ حروف ادا ہوتے
ہیں۔ ج۔ ش۔ یا۔ جبکہ مدہ نہ ہو یعنی یائے متحرک اور یائے لین۔ اور یائے مدہ کے مخرج ۱۸
کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں اور ان کو حروف شجریہ کہتے ہیں۔ فائدہ: ہر جگہ مخارج آتے ہیں
ان میں بعض دانتوں کے نام آئیں گے۔ اس واسطے پہلے ان کے معنی بتلائے دیتا ہوں۔
ان کو خوب یاد کر لیں تاکہ آگے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ جاننا چاہیے کہ بتیس دانت ہیں۔ سامنے کے
چار دانتوں کو ثنایا کہتے ہیں دو اوپر والوں کو ثنایا علیا اور دو نیچے والوں کو ثنایا سفلیٰ اور ان
جا لگے اور نے نام کے ضمن میں جو تعریف کی ہے یہی لفظ استعمال کیا ہے اس کا مطلب بھی یہی سمجھنا چاہیے ۱۲
سکلے جو ان حرفوں کا مخرج لہات سے متصل ہے اس لیے ان کی نسبت اسی کی طرف کی جاتی ہے ۱۲ سکلے کیونکہ
منہ ہے کی صفات ہیں۔ ان کا مخرج جوف دہن سے ہے یا مخرج منہ کے بیچ میں ہوا ہو جاتا ہے ۱۲ سکلے شجر
لغت میں چیر منہ کے درمیان کی جگہ کو کہتے ہیں چونکہ اس سے یہ تینوں حروف ادا ہوتے ہیں ۱۲ سکلے یہاں کئی سے
مراد دانتوں کے نام اور ان کی ترتیب ہے ورنہ ظاہر ہے کہ کتاب میں دانتوں کے معنی ترمذ کرتے نہیں ۱۲ سکلے
کیونکہ عام طور پر انسان کے منہ میں بتیس ہی دانت ہوتے ہیں ۱۲ سکلے پس دانتوں کی ترتیب اور ان کے نام
سمجھنے کے لیے کسی کتاب سے شرح دیکھ لی جائے۔ مگر سب سے پہلے چاروں دانتوں کی جگہ معلوم کر لی جائے جو سب
والے ہوں سامنے نظر آتے ہیں ثنایا کہلاتے ہیں۔ ۲ اوپر ۲ نیچے اور ان سے ملے ہوئے ہیں رباعی اوپر دو
دو نیچے اور پھر ان کے بعد باقی دانتوں کے گرد چاروں طرف ایک ایک ہیں جیسا کہ کتاب میں تفصیل موجود ہے
اگر اس بیان سے ترتیب سمجھ میں نہ آئے تو کتاب ہٰذا میں دانتوں کا نقشہ دیکھ لینا چاہیے انشاء اللہ سمجھ میں آ جائے گی ۱۲

ثنایا کے پہلو میں چار دانت جو ان سے ملے ہوئے ہیں ان کو رباعیات اور قواطع بھی کہتے ہیں۔ پھر ان رباعیات سے ملے ہوئے چار دانت نوک دار ہیں۔ ان کو انیاب اور کواسر کہتے ہیں۔ پھر ان انیاب کے پاس جو چار دانت ہوتے ہیں ان کو ضواحک کہتے ہیں۔ پھر ان ضواحک کے پہلو میں بارہ دانت اور ہیں یعنی تین اوپر داہنی طرف اور تین اوپر بائیں طرف اور تین نیچے داہنی طرف اور تین نیچے بائیں طرف ان کو طواحن کہتے ہیں۔ پھر ان طواحن کے پہلو میں بالکل آخر میں ہر جانب ایک ایک دانت اور ہوتا ہے جس کو نواجذ کہتے ہیں۔ اور ان سب ضواحک و طواحن اور نواجذ کو اضراس کہتے ہیں جن کو اردو میں داڑھیں کہتے ہیں۔ یاد کی آسانی کے لیے کسی نے ان سب ناموں کو نظم کر دیا ہے۔ وہ نظم یہ ہے ؎

ہے تعداد دانتوں کی کل بتیس ہیں مشہور ثنایا ہیں چار اور رباعی ہیں دو دو
ہیں انیاب چار اور یہ باقی ہے سب میں کہ کہتے ہیں قرنہ و اضراس انہیں کو
ضواحک ہیں چار اور طواحن ہیں بارہ نواجذ بھی ہیں ان کے پاس ہی دو دو

مخرج ۸۔ ض کا مخرج ہے اور وہ حافۂ لسان یعنی زبان کی کروٹ داہنی یا بائیں سے نکلتا ہے جبکہ اضراس علیا یعنی اوپر کی داڑھوں کی جڑوں سے لگایا جائے اور بائیں طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے مگر بہت مشکل ہے اور اس حرف کو حافیہ کہتے ہیں اور اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں اس لیے کسی مشاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے اس حرف کو دال پُر یا باریک یا دال کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے یہ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح خالص ظاء پڑھنا بھی غلط ہے البتہ اگر

لے اسی طرح رباعیات انیاب ضواحک اور نواجذ دانت بھی چار چار ہی ہیں البتہ طواحن چار نہیں بلکہ بارہ ہیں۔ اسی لیے یہ باقی دانتوں کی طرح چار دو طرف نہیں بلکہ تین تین ہیں ۱۲ ۔ سکہ اگر چہ تمام انسانوں کی داڑھیں بتیس نہیں ہوتیں بلکہ کمی بیشی ہو جاتی ہے مگر ثنایا یا ضواحک کے سوا کسی دانت سے کوئی حرف واجب نہیں ہوتا۔ اس لیے مصنف نے باقی دانتوں کی اس قسم کی ضرورت نہیں سمجھی ۱۲ ۔ سکہ مگر چونکہ دانتوں کا تعین بعد کافی مشکل ہے یعنی جانا دشوار ہے اور اس کے مقابل ہیں کیونکہ زبان کی نوک اور جانا ٹھیک ہے دانت کا تعلق ہے جیسا کہ آگے مخرج ۹ کے ذیل میں آتا ہے ۱۲ ۔ سکہ کیونکہ یہ بھی ایک مستقل حرف ہے اور اس کی بھی ایک اپنی ادا اس طرح پڑھنے سے لازم آئے گا ایک حرف کا دوسرے حرف سے بدل جانا جو بالکل غلط

ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے ٹھیک طور پر تیزی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر ادا کرو اور تمام صفات کا لحاظ کرکے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظا کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ معلوم ہوتی ہے۔ ان کے مشابہ ہونے کی شکل نہیں ہوتی۔ علم تجوید وقراءت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔ (جہد المقل) لام کا مخرج زبان کا کنارہ مع کچھ حصہ وسط کے جب ثنایا اور رباعی اور انیاب اور ضواحک کے مسوڑھوں سے کسی قدر بالکل تالو کی طرف ہو کر نکلے خواہ داہنی طرف سے یا بائیں طرف اور داہنی طرف سے آسان ہے اور دونوں سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے (جہد المقل) نون کا ہے اور وہ بھی زبان کا کنارہ ہے مگر لام کے مخرج سے کم ہو کر یعنی ضاحک کو اس میں دخل نہیں (جہد المقل) را کا بھی یہی نون کے مخرج کے قریب ہے مگر اس میں پشت زبان کو بھی دخل ہے۔

کی ایک صفت ہے جیسا کہ دوسرے حاشیہ میں گذر چکا ہے مخرج اور صفت کی تبدیلی سے کوئی حرف بنتا ہے۔ اسی لیے ضاد کو دال پُر پڑھنا تو صریح زیادہ گناہ کی بات اور فاش غلطی ہے ۱۲ منہ کیونکہ اس میں کئی طرح کی خرابی ہے کہ ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جاتا ہے ۱۲ منہ کیونکہ اس میں صفت رخاوت بدل جاتی ہے جس کی وجہ سے حرف ضرور ٹوٹا ہوتا ہے اور اسی صفت کی وجہ سے آواز بھی جاری رہتی ہے جیسا کہ اشارۃ گذر چکا ہے جو کلام ۱۲ منہ اسی لیے کہ ضاد کی طرح ظا میں بھی صفت رخاوت اور اطباق ہے جو کہ دونوں آخر تک جاری صفات ثابتہ قریبہ ہیں ۱۲ منہ کیونکہ دال شدیدہ مستفلہ ہے اور ضاد رخوہ مطبقہ ہیں تو ان دونوں میں صرف ایک دو اور ضاد رخوہ مغلوب کر پڑھا جائے گا ۱۲ منہ چنانچہ نہایۃ القول المفید وغیرہ میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ ضاد مشابہ بالظاء ہے اور دونوں کی آواز قابل فرق اور مشتبہ ہے۔ ایک عرصہ ہوا بعض حضرات نے اسی موضوع پر مستقل رسائل کی تصنیف فرمائی ہیں اور اسی بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ضاد کی آواز سننے میں ظا کی آواز کے ساتھ بہت مشابہت رکھتی ہے چنانچہ انہی کی صحت ادا کے سبب سے ان میں سے الفضل والمنة مصنفہ جناب مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب مجددی اور ضیاء المشاد اور ذوق حقیقی مصنفہ جناب قاری محب الدین احمد صاحب الٰہ آبادی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں اور حضرت نے بھی اسی موضوع پر جناب ارشاد ذوق حقیقی مقصد الفقار کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جو بفضلہ تعالیٰ نہایت جامع اور مفید معلومات سے پُر ہے قابل مطالعہ ہے ۱۲ منہ حاشیہ نمبر ایک بار پڑھ کر بھیجئے ۱۲ منہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ لام کا مخرج مسوڑھوں کے کچھ اوپر تالو کی جانب ہے نیچے (اتقان) یہ حاشیہ ۱۲ منہ یعنی اس کا معاملہ ضاد کے برعکس ہے کیونکہ وہ بائیں طرف سے آسان ہے ۱۲ منہ جیسا کہ لام کا مخرج بیان

ان تینوں حرفوں کو لثوی و [illegible] اور بعض اسیلہ کو طرفیہ و ذلقیہ بھی کہتے ہیں۔ (مخرج ۱۳) طا اور دال اور تا کا مخرج ہے یعنی زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ۔ اور ان تینوں حرفوں کو نطعیہ کہتے ہیں۔ (مخرج ۱۴) ظا اور ذال اور ثا کا مخرج ہے اور وہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا سرا ہے۔ اور ان تینوں حرفوں کو لثویہ کہتے ہیں۔ (مخرج ۱۵) صاد اور زا اور سین کا مخرج ہے اور وہ زبان کا سرا اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع کچھ اتصال ثنایا علیا کے ہے اور ان کو حروف صفیر کہتے ہیں (مخرج ۱۶) فا کا مخرج ہے اور وہ نیچے کے ہونٹ کا شکم اور ثنایا علیا کا کنارہ ہے۔ (مخرج ۱۷) دونوں ہونٹ ہیں اور ان سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں۔ با اور میم اور واو جبکہ مدہ نہ ہو یعنی واو متحرک اور واو لینہ و مدہ کے بھی مخرج ۱ کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں۔ مگر ان تینوں میں اتنا فرق ہے کہ با ہونٹوں کی تری سے نکلتی ہے اس لیے اس کو بحری کہتے ہیں اور میم ہونٹوں کی خشکی سے نکلتی ہے اس لیے اس کو بری کہتے ہیں اور واو دونوں ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے نکلتا ہے [illegible] اور ان تینوں کو شفویہ

ہیں اور [illegible] کو کہتے ہیں ۱۲ [۲۲] البتہ اتنا فرق ہے کہ را میں نوک زبان اونچی ہو کے اندر کو مڑتی ہے بخلاف نون کے کہ اس میں مسوڑھوں کی طرف جھکتی ہے اور ایک تھوڑا سا فرق اور بھی ہے جس کو آگے کی فصل میں بیان کیا ہے اشرف علی ۱۲ [۲۳] نطع تالو یعنی زبان کے اوپر کے حصے کو کہتے ہیں جس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں اور اس کو عربی میں نطع الاعلیٰ کہتے ہیں اور نیچے والے حصے کو جو نیچے کے جبڑے سے ملا ہوا ہے لثہ یعنی مسوڑھا کہتے ہیں۔ [۲۴] مطلب یہ ہے کہ دونوں حرفوں کے ادا کرنے میں لام اور نون کی طرح صرف زبان کی نوک ہی نہیں لگتی بلکہ پشت زبان کا سرا بھی لگتا ہے اشرف علی ۱۲ [۲۵] حرف کا سرا اور [illegible] کو کہتے ہیں [illegible] ۱۲ [۲۶] ان حرفوں کے نکلنے کے وقت سے [illegible] ایک سیٹی سا آواز ہے اس کو صفیر کہتے ہیں۔ آگے مسوڑھوں پر [illegible] ہے ۱۲ [۲۷] گویا [illegible] سے [illegible] نہیں بلکہ [illegible] کا [illegible] دال کا [illegible] ہے ۱۲ [۲۸] یعنی [illegible] کہتے ہیں ۱۲ [۲۹] یعنی ملا [illegible] اس کا مطلب یہ نہیں کہ ثنایا علیا کا اتصال زبان کی نوک کے ساتھ ہو جاتا ہے بلکہ اس اتصال سے مراد ثنایا علیا کا ثنایا سفلی کے ساتھ اتصال ہے۔ رسالہ مستو التجوید [illegible] ۱۲ [۳۰] ان حرفوں کا یہ نام صفت صفیر کی وجہ سے ہے اور ان حرفوں کی ایک [illegible] مشہور صفت ہے جو مخرج کے لحاظ سے ان حرفوں کا لقب اسلیہ ہے [۳۱] بیان کرنا مقصد ہے کہ فقط ثنایا علیا کی نوک ہی لگے [illegible] لگ جاتا ہے ۱۲ [۳۲] کیونکہ واو مدہ کا مخرج جوف ہے جیسا کہ مخرج ۱ کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے ۱۲ [۳۳] بحر کے معنی پانی اور تری کے آتے ہیں اور بر کے معنی خشکی کے ہیں اس مناسبت سے باء کو بحری اور میم کو بری کہتے ہیں ۱۲۔ [۳۴] یعنی اس طرح کہ [illegible] ہونٹ [illegible] کے [illegible] ہو جائیں یہی مطلب ہے ناتمام ملنے کا ۱۲

حرفوں کو تشدید لگنے میں۔ سترھواں مخرج خیشوم یعنی ناک کا بانسہ ہے[۲۲] اس سے غنہ نکلتا ہے غنہ کا بیان[۲۳] آگے لمعہ دوسرے میں آوے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور ہر حرف کا مخرج معلوم کرنے کا طریقہ[۲۴] یہ ہے کہ اس حرف کو ساکن کرکے اس سے پہلے ہمزہ متحرک لے آئے جس جگہ آواز ختم ہو وہی اس کا مخرج ہے۔

---

[۲۲] یعنی جڑ اور مراد اس سے ناک کی ہڈی والا حصہ ہے جو کہ مخرج ہے غنہ کا۔ [۲۳] یعنی نون اور میم میں غنہ کے حق ادا ہونے اور نہ ہونے کی صورتوں میں ہوتا ہے یہ دونوں چیزیں بیان کی جائیں گی نون ساکن اور تنوین کے قاعدے بیان ہوں گے اور دوسری جگہ میں نون کے غنہ کا اور غنہ میم کا بیان ہوتا ہے۔ [۲۴] یعنی یہ طریقہ ہر مخرج کے معلوم کرنے کا طریقہ نہیں کیونکہ مخارج تو کتاب میں بیان ہو چکے ہیں بلکہ یہ طریقہ اپنا اس لئے معلوم کرنے کا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ حرف صحیح مخرج سے ادا ہوا ہے یا غلط مخرج سے واللہ اعلم۔

ایک مفید مشورہ۔ معلمین کو چاہیے کہ مخارج کا بیان پڑھانے سے پہلے طلبہ کو مخارج کی ترتیب مشق کرا دیں اس طرح کہ وہ خوب یاد ہو جائیں۔ اگر طویل عبارت میں مخارج یاد نہ ہو سکیں تو مختصر لفظوں میں ہی یاد کرا دیں۔ مثلاً اس طرح کہ سترہ مخارج ہیں۔ پہلا مخرج جوف دہن اس سے الف اور واؤ یا مدہ ادا ہوتے ہیں۔ دوسرا مخرج اقصی حلق اس سے ہمزہ اور ہا نکلتے ہیں۔ تیسرا مخرج وسط حلق اس سے عین اور حا ادا ہوتے ہیں۔ چوتھا مخرج ادنی حلق اس سے غین اور خا نکلتے ہیں۔ پانچواں مخرج زبان کی جڑ اور اس کے مقابل اوپر کا تالو اس سے قاف ادا ہوتا ہے۔ چھٹا مخرج اس سے ذرا نیچے منہ کی طرف ہٹ کر اس سے کاف نکلتا ہے۔ ساتواں مخرج زبان کا بیچ اور اس کے مقابل اوپر کا تالو اس سے جیم شین یا غیر مدہ ادا ہوتے ہیں۔ آٹھواں مخرج زبان کی کروٹ اور اوپر کی داڑھوں کی جڑیں اس سے ضاد نکلتا ہے۔ نواں مخرج نوک زبان مع کنارہ زبان ثنایا رباعی ناب ضاحک کے مسوڑھے اس سے لام ادا ہوتا ہے۔ دسواں مخرج ثنایا رباعی ناب کے مسوڑھے اور زبان کی نوک اس سے نون نکلتا ہے۔ گیارھواں مخرج نوک زبان مع پشت زبان ثنایا رباعی کے مسوڑھے اس سے را ادا ہوتی ہے۔ بارھواں مخرج ثنایا علیا کی جڑیں اور زبان کی نوک اس سے طا دال تا ادا ہوتے ہیں۔ تیرھواں مخرج ثنایا علیا کا کنارہ اور زبان کی نوک اس سے ظا ذال ثا ادا ہوتے ہیں۔ چودھواں مخرج ثنایا علیا و سفلی کا کنارہ اور زبان کی نوک اس سے صاد سین زا نکلتے ہیں۔ پندرھواں مخرج نیچے کے ہونٹ کا شکم اور ثنایا علیا کا کنارہ اس سے فا ادا ہوتا ہے۔ سولھواں مخرج دونوں ہونٹ اس سے با میم اور واؤ نکلتے ہیں لیکن با تری سے اور میم خشکی سے اور واؤ ادا ہونے میں دونوں ہونٹوں کی گولائی ہوتی ہے۔ سترھواں مخرج ناک کی جڑ اس سے غنہ ادا ہوتا ہے فقط۔

پانچواں لمعہ

جو کیفیتیں حرف ادا ہونے میں ہیں ان کیفیتوں کو صفات کہتے ہیں اور وہ دو طرح کی ہیں۔ ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے۔ ایسی صفت کو ذاتیہ اور لازمہ اور ممیزہ اور مقومہ کہتے ہیں۔ اور ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو حرف تو رہتا ہے مگر اس کا حسن و زینت نہ رہے اور ایسی صفت کو محسنہ و مزینہ اور عارضہ کہتے ہیں۔ پہلی قسم کی صفات سترہ ہیں۔

حواشی لمعہ پنجم لہ مخارج کے بعد اب اس سے صفت "تجوید کے دوسرے جز یعنی حرفوں کی صفت کو بیان شروع فرماتے ہیں۔ صفات کی دو قسمیں ہیں (۱) لازمہ (۲) عارضہ۔ حرف کے صحیح ادا ہونے میں صفات لازمہ کو چونکہ زیادہ دخل ہے اس لیے پہلے اس پانچویں لمعہ میں یہی صفات بیان فرمائی ہیں اور پھر اس کے بعد کے لمعات میں صفات عارضہ کی بحث لائے ہیں۔ علم تجوید میں صفات لازمہ کی بحث سب سے زیادہ مشکل سمجھی گئی ہے اس لیے طلبہ کو چاہیے کہ سمجھنے میں بھی زیادہ محنت سے کام لیں ۱۲ ٹہ یعنی حرفوں کی وہ حالتیں جو مخرج سے ادا ہوتے وقت کیفیتیں آتی ہیں مثلاً حرف کا زور یا ضعف یا نرم یا باریک ادا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ کتاب میں تفصیل آرہی ہے۔ یہی حرف کی ایسی حالتیں کہ جن کو صفات سے تعبیر کرتے ہیں ۱۲ سہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان صفات کے ادا نہ ہونے سے حرف کوئی اور چیز بن جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ حرف مطلوب ادا نہیں ہوتا اور دوسرے حرف سے بدل جاتا ہے مثلاً طا میں اگر استعلا اور اطباق ادا نہ کی جائے تو طا طا نہیں رہے گا بلکہ تا سے بدل جائے گا پس ان کی جانب پڑھتے وقت خاص توجہ دینا چاہیے تاکہ حرف بدلیں نہیں۔ اگر ایسا کیا جائے گا تو قرآن کی یہ فصاحت باسانی سمجھ میں آ جائے گی ۱۲ مہ ان صفات کے یہ القاب مختلف اعتبارات سے ہیں ذاتیہ اس اعتبار سے کہ یہ تقریباً ذات ہی ہیں یعنی یہ صفات جن کے ادا ہوئے بغیر حرف کی ذات کامل نہیں ہوتی۔ اور لازمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسی صفات ہیں جو حرف میں ہمیشہ پائی جاتی ہیں اور کسی حالت میں بھی جدا نہیں ہوتیں۔ اور ممیزہ اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ایک قریب المخرج حرف ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں ۱۲ ھہ یعنی جن کو ادا کرنا مقصود ہو اور کسی سے بدلے نہیں ۱۲ لہ محسنہ اور مزینہ کا مطلب تقریباً ہم معنی یعنی حرفوں کو زینت دینے والی اور خوبصورت بنانے والی صفات اور عارضہ مقابل ہے لازمہ کا یعنی عارضہ کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ صفات جو کبھی پائی جائیں اور کبھی نہ پائی جائیں۔ اور بعض حضرات ان صفات کو زائد کہنے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ یہ صفات حرف میں خاص موقعوں پر پائی جاتی ہیں۔ ان کے

(۱) ہمس :- جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو مہموسہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو اور ایسے حروف دس ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَكَتَ

(۲) جہر :- جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو مجہورہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس کا جاری رہنا بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو۔ اور مہموسہ کے سوا باقی سب حروف مجہورہ ہیں اور جہر ہمس یہ دونوں صفتیں ایک دوسرے کے متقابل ہیں۔

سوا دوسرے حرفوں میں نہیں پائی جاتی۔ یہ توجیہ حاشیہ زینت القرآن میں خود مصنف سے منقول ہے مگر پہلی صورت میں کم کا فرق ہوگا اور دوسری صورت میں کیف کا فرق۔ کیونکہ اس صورت میں یہ کل چھ صفتیں ہیں جن کا نقشہ نمبر ۱۲ ص ۵ میں ہے۔ مشقیں کرانا چاہیے کہ پہلے ان سترہ صفات کو کسی کاغذ پر مسلسل لکھوا کر نقشہ یاد کرا دیں۔ اس کے بعد طلبہ ان سب کو ایک سانس میں فر فر سنا سکیں۔ اور پھر ان کے معنی سمجھانے سے پہلے ترتیب دیں کہ صفات ستّہ کی لفظی بحث سمجھا کر معنی سمجھائیں۔ اور لفظی بحث کی تقریر اس طرح شروع کریں کہ جب تم ان سترہ صفتوں کے نام یاد کر چکے تو اب یہ سمجھو کہ ان کی تقسیم یہ ہے۔ (۱) متضادہ (۲) غیر متضادہ۔ پھر ایک ایک تا دس یعنی پہلے دس صفات متضادہ ہیں اور غیر متضادہ سات۔ متضادہ کی تعریف اور غیر متضادہ کا مطلب سمجھائیں اور پھر یہ بتائیں کہ متضادہ وہ ہیں جو ہر حرف میں پائی جائیں یعنی ہر حرف میں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ دس متضادہ کے پانچ جوڑے ہیں اور ہر جوڑے کی دو صفتوں میں سے ہر حرف میں ایک نہ ایک صفت ضرور پائی جاتی ہے اور غیر متضادہ ہر حرف میں نہیں پائی جاتیں۔ صرف چند حرفوں میں پائی جاتی ہیں۔ پھر حروف میں صفات معلوم کرنے کا طریقہ اچھی طرح سمجھا دیں اور چند حرفوں میں اس طریقہ کا اجراء بھی کرا دیں۔ اگر خود حضرت مصنف کی دوسری کتاب تکملۂ التجوید سے مدد لے لیں۔ یہاں یہ بات تفصیل کے ساتھ قابل ذکر ہے کہ جب یہ بات ان کے ذہن میں اچھی طرح آ جائے تب ان صفتوں کے معنی بتائیں مگر معنی سمجھانے میں لمبی چوڑی تقریر ہرگز نہ کریں۔ کیونکہ مبتدی کا ذہن اس کا متحمل نہیں ہوتا ہے۔ بس مختصر اور سادہ لفظوں میں سمجھا دیں۔ یہی تعریف کی ہے جس کی کتاب میں لفظی بحث نمبر ۱۲ ص ۵ میں بھی ہے وہ صفت ہے اور موصوف وہ حرف ہے جن میں یہ صفت پائی جاتی ہے جیسا کہ یاء میں پستی و نرمی وغیرہ تو صفتیں ہیں اور یہ یاء جس میں صفات مذکورہ پائی جاتی ہیں موصوف ہے۔ جیسے ہمس مہموسہ، جہر مجہورہ، شدت شدیدہ، رخاوت رخوہ، توسط متوسطہ، استعلاء مستعلیہ، استفال مستفلہ الخ۔ خوب کے فرق کو اچھی طرح سمجھا دیا جائے۔ آخر کار مقصد یہ ہے کہ شروع سے طلبہ صفت اور موصوف کے نام

(۳) شِدّت: — اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو شدیدہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرنے کے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی سختی ہو اور ایسے حروف آٹھ ہیں جن کا مجموعہ ہے اَجِدُكَ قَطَبْتَ

(۴) رخاوت: — اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو رخوہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حرفوں کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز جاری رہے اور آواز میں ایک قسم کی نرمی ہو۔ اور شدیدہ اور متوسطہ کے سوا باقی سب حروف رخوہ ہیں اور متوسطہ کا بیان آگے آتا ہے۔ اور ہمس اور جہر کی طرح شدت اور رخاوت بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور ان دونوں صفتوں کے درمیان ایک صفت اور ہے توسط۔ اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو متوسطہ و بینیہ کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ آواز ان میں نہ تو پوری طرح بند ہو اور نہ پوری طرح جاری ہو درحقیقت اگرچہ اور ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ ہے لِنْ عُمَرْ

فرق نہیں کرسکتے اس لیے حاشیہ میں تنبیہ کر دی گئی ہے ۱۲ ٹہ حروفِ مہموسہ کی آواز میں کسی قسم کی پستی اور مجہورہ کی آواز میں کسی قسم کی بلندی ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ دونوں قسموں کے حرفوں کو ساکن کرکے ادا کرنے سے ہو سکتا ہے بشرطیکہ اداء صحیح ہو۔ چنانچہ اگر تم اَتْ کی تا اور اَذْ کی ذال ادا کرو گے تو تا کی آواز میں پستی اور ذال کی آواز میں کچھ بلندی معلوم ہوگی ۱۲ ٹلہ جب یہ معلوم ہو چکا کہ جن حرفوں میں ہمس پائی جاتی ہے ان میں جہر نہیں پائی جاتی اور ایسے ہی جن حرفوں میں جہر پائی جاتی ہے ان میں ہمس نہیں پائی جاتی۔ پھر ان کے مطلب میں غور کرو تو بھی ان کا متقابل ہونا اسی طرح سمجھ میں آجائے گا۔ کیونکہ ہمس کی وجہ سے سانس جاری رہتا ہے اور جہر کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ حروفِ مہموسہ کی آواز میں تو کچھ پستی ہوتی ہے اور اس کے مقابل میں حروفِ مجہورہ کی آواز کچھ بلند ہوتی ہے۔ معلّمین کو چاہیے کہ صفاتِ متضادہ کے باقی جوڑوں کی دو متقابل صفتوں کے فرق کو بھی اسی طرح سمجھاتے چلے جائیں ۱۲ ٹلہ یعنی ہمس اور جہر کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ ہمس کی وجہ سے سانس جاری رہتا ہے اور جہر کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے۔ اور شدت اور رخاوت کا ثمرہ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شدت کی وجہ سے آواز بند ہو جاتی ہے اور رخاوت کی وجہ سے جاری رہتی ہے خوب سمجھ لو ۱۲ ٹلک مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی کامل صفت نہیں ہے نہ اس کو شدت کہہ سکتے ہیں نہ رخاوت اور اسی لیے اس کو مستقل شمار بھی نہیں کیا گیا اور صفاتِ متضادہ گیارہ نہیں بتائی گئیں بلکہ دس بتائی گئی ہیں ۱۲

اور اس توسط کو الگ صفت نہیں گنا جاتا۔ کیونکہ اس میں کچھ شدت اور کچھ رخوت ہے۔ پس یہ ان دونوں سے الگ نہ ہوئی[1]۔ اور اس مقام پر ایک شبہ ہے[2]۔ وہ یہ کہ حرف تا اور کاف کو ہمس میں سے بھی شمار کیا ہے۔ حالانکہ ان میں آواز بند ہو جاتی ہے اور اسی واسطے ان کو شدیدہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حرفوں میں ہمس ضعیف ہے اور شدت قوی ہے۔ سو شدت کے قوی ہونے سے تو آواز بند ہو جاتی ہے۔ لیکن کسی قدر ہمس ہونے سے بند ہونے کے بعد بند ہونے کے کچھ تھوڑا سا سانس[3] بھی جاری ہوتا ہے۔ مگر اس سانس کے جاری ہونے میں احتیاط رکھنی چاہئے کہ آواز جاری نہ ہو کیونکہ اگر آواز جاری کی جاوے گی تو کاف و تا شدیدہ نہ رہیں گے بلکہ رخوہ ہو جاویں گے اور دوسرے اس میں ہا کی آواز پیدا ہو کے غلط ہو جاوے گا۔

---

[1] مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی کیفیت نہیں جو ان دونوں سے جدا ہو بلکہ انہی دونوں کا کچھ کچھ اثر اس کے حرفوں میں پایا جاتا ہے۔ یعنی یہ نہ شدت کا حصہ ہے اور نہ رخاوت کا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے حرفوں میں نہ شدت کی طرح آواز پوری بند ہوتی ہے اور نہ رخاوت کی طرح پوری جاری ہوتی ہے ۱۲ [2] کاف و تا میں آواز کے بند ہونے کے باوجود ان کو حروف مہموسہ شمار کرنے سے جو شبہ ہوتا ہے تو وہ کوئی حقیقی شبہ نہیں محض ظاہری اور سرسری شبہ ہے۔ اس لئے کہ حقیقی شبہ تو جب ہو کہ شدت و ہمس میں ضدیت ہو حالانکہ نہیں۔ کیونکہ ضدیت یا ہمس و جہر میں ہے اور یا شدت و رخاوت میں۔ اس لئے کہ ہمس کا تعلق سانس کے ساتھ ہے کہ ہمس کی وجہ تو سانس جاری رہتا ہے اور جہر کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے اور دوسری دو کا تعلق آواز کے ساتھ ہے کہ شدت کی وجہ سے آواز تو بند ہو جاتی ہے اور رخاوت کی وجہ سے جاری رہتی ہے۔ لیکن ہمس و شدت کے جمع ہونے سے بادی النظر میں شبہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ آواز کا بند ہو جانا اور سانس کا جاری رہنا یہ دونوں کیفیتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ نیز یہ کہ شدت قوی ہے اور ہمس ضعیف۔ سو مصنف نے یہاں اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ پہلے تو شدت کی قوت کی وجہ سے آواز بند ہو جاتی ہے اور پھر ہمس کی وجہ سے تھوڑا سانس جاری ہوتا ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ دونوں صفتوں کے اداء میں تعاقب ہے اس لئے کوئی شبہ پیدا نہیں بلکہ شدت پہلے ادا ہوتی ہے اور ہمس دوسری آن میں اس لئے ان کے جمع ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ واللہ اعلم ۱۲ [3] جو ہوا انسان کے سینے سے متصلاً طبیعت یعنی خود بخود خارج ہوتی ہے اگر وہ آواز کی کیفیت کے ساتھ نہ ہو تو اس کو سانس کہتے ہیں اور اگر قصداً خارج ہونے کی وجہ سے صوت ہو تو اس کو آواز کہتے ہیں پس مطلب مصنف کا یہ ہے کہ کاف و تا میں شدت کی وجہ سے آواز کے بند ہو جانے کے بعد تھوڑا سا سانس بھی جاری ہو

(۵) استعلاء:- اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو مستعلیہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت ہمیشہ جڑ زبان کی اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف موٹے ہو جاتے ہیں اور ایسے حروف سات ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے: خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ

(۶) استفال:- اور جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو مستفلہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی جس کی وجہ سے یہ حروف باریک پڑھے جاتے ہیں اور مستعلیہ کے سوا باقی سب حروف مستفلہ ہیں اور یہ دونوں صفتیں استعلاء اور استفال بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۷) اطباق[ف۲]:- اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مطبقہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے ملصق ہو جاتا ہے یعنی لپٹ جاتا ہے اور ایسے حروف چار ہیں: ص۔ ض۔ ط۔ ظ

(۸) انفتاح[ف۳]:- اور جن حروف میں یہ صفت ہو ان کو منفتحہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے خواہ زبان کی جڑ تالو سے لگ جائے جیسے ان میں لگ جاتی ہے خواہ نہ لگے اور یہ مطبقہ کے مقابل ہیں (تقریبا)۔

چاہیے یعنی بہت ہی لطیف قسم کی ہوا اس طرح کم مقدار میں خارج ہونا چاہیے! اور اس کا خیال رکھے کہ ساتھ آواز پیدا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اگر آواز بھی پیدا ہو جائے گی تو یہ حروف شدیدہ نہیں رہیں گے بلکہ رخوہ ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ آواز کا جاری رہنا حروف رخوہ ہی کا خاصہ ہے واللہ اعلم ۱۲۔ ف۱ یعنی یہ صفت لازمہ ہے اس لئے ایسی ہی صفت کہتے ہیں جو حرف میں ہمیشہ اور ہر حال میں پائی جائے ۱۲۔ ف۲ جس طرح استعلاء کی وجہ سے حرف پُر ہوتا ہے۔ اسی طرح اطباق کی وجہ سے بھی پُر ہی ہوتا ہے۔ مگر چونکہ ہر حرف مطبقہ مستعلیہ بھی ہوتا ہے۔ اس لیے حروف مطبقہ مستعلیہ بہ نسبت منفتحہ مستعلیہ کے زیادہ پُر ہوتے ہیں ۱۲

ف۳ انفتاح کی وجہ سے بھی استفال کی طرح حرف باریک ہی ادا ہوتا ہے۔ مگر چونکہ بعض حروف منفتحہ مستعلیہ بھی ہیں۔ جیسا کہ غین، خا، اور قاف۔ اس لیے استعلاء کی وجہ سے ان حرفوں میں بھی ایک درجہ کی تفخیم آجاتی ہے۔ پس جو حروف مستعلیہ بھی ہیں اور مطبقہ بھی وہ تو خوب پُر ہوں گے اور جو مستفلہ بھی ہیں اور منفتحہ وہ بالکل باریک پڑھے جائیں گے۔ اور جو مستعلیہ تو ہیں اور مطبقہ نہیں وہ پُر تو ہوں گے لیکن مستعلیہ مطبقہ سے کم ۱۲۔

اور مطبقہ کے سوا باقی سب حروف منفتحہ ہیں۔ اور یہ دونوں صفتیں اطباق و انفتاح بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۹) اذلاق[ف۱]:- اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مذلقہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارہ سے بہت سہولت کے ساتھ جلدی سے ادا ہوتے ہیں اور ایسے حروف چھ ہیں جن کا مجموعہ فَرَّ مِنْ لُبٍّ یعنی ان میں جو حروف شفویہ ہیں وہ ہونٹ کے کنارہ سے ادا ہوتے ہیں اور شفویہ کا مطلب نمبر ۲ بذیل میں گذر چکا اور جو شفویہ نہیں وہ زبان کے کنارہ سے ادا ہوتے ہیں۔ (تحفۃ المفید شیخ الدہلوی)

(۱۰) اصمات:- اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مصمتہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے۔ اور مذلقہ کے سوا سب حروف مصمتہ ہیں۔ اور یہ دونوں صفتیں اذلاق و اصمات بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ ان دس صفات کو صفات متضادہ کہتے ہیں۔ کیونکہ ایک دوسرے کی ضد یعنی مقابل ہے جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔ آگے جو صفات آتی ہیں وہ غیر متضادہ کہلاتی ہیں۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ صفات متضادہ سے تو کوئی حرف بچا ہوا نہیں رہتا۔ بلکہ جتنے حروف ہیں ہر حرف پر مقابل صفتوں میں سے کوئی نہ کوئی صفت ضرور آوے گی۔ اور صفات غیر متضادہ بعض حروف میں ہوں گی بعض میں نہ ہوں گی۔ اور صفات غیر متضادہ یہ ہیں:

(۱۱) صفیر[ف۲]:- اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاوے ان کو صفیریہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت ایک آواز تیز مثل سیٹی کے نکلتی ہے اور ایسے حروف تین ہیں:-

---

ف۱ اذلاق و اصمات کے متعلق جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے فی الحال اسی کو یاد کر لینا کافی ہے۔ مدلل اس کے متعلق بحث اگلی کتابوں میں آ جائے گی ۱۲

ف۲ حاشیہ ف۲ کے ضمن میں ہم مبتدیوں کو مشورہ دے چکے ہیں کہ صفات لازمہ کے معنی سمجھنے سے پہلے خوب کر ان صفات کی لفظی بحث پر کچھ طرح سمجھا دیں۔ اسی واسطے بحث کو ترک کرتے ہیں یہاں صفات کو مختصر انداز میں بیان فرمایا ہے ۱۲ ف۳ صفیر کا مطلب ترجمہ ہی میں بیان ہو چکا ہے۔ یہ صفت ان حروف میں ایسی ظاہر ہوتی ہے کہ اگر یہ ادا نہ ہو تو حرف ایسے ناقص ادا ہوتے ہیں کہ الفاظ قرآنیہ کے معانی و حقیقت بدل جاتے ہیں اور ہر شخص اس نقصان کو محسوس کر لیتا ہے ۱۲

حق ۔ تب ۔ حق ۔

(۲) قلقلہ: جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو حروفِ قلقلہ کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ بحالتِ سکون ان کے ادا کے وقت مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے[۱] ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ قُطْبُ جَدٍّ ہے۔

(۳) لین: ان دو حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو حروفِ لین کہتے ہیں اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کو مخرج سے ایسی نرمی[۲] کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کر سکے۔ ایسے حروف دو ہیں۔ واؤ ساکن اور یائے ساکن جبکہ ان سے پہلے والے حرف پر فتحہ یعنی زبر ہو جیسے خَوْفٌ ۔ وَالصَّيْفِ ۔

(۴) انحراف: جن دو حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو منحرفہ کہتے ہیں۔ اور وہ صرف دو حرف ہیں۔ لام اور راء۔ اور مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت لام میں تو زبان کے کنارہ کی طرف اور راء میں کچھ زبان کی پشت کی طرف اور کچھ لام کے مخرج کی طرف میلان

---

[۱] حروفِ قلقلہ جب سکون کی حالت میں ادا ہوتے ہیں تو دوسرے حرفوں کی طرح ان کی آواز میں ٹھہراؤ اور قرار نہیں ہوتا بلکہ ایک قسم کا اضطراب سا ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان حرفوں کو ادا کرتے وقت ایک عضو دوسرے عضو سے ملتا ہے تو بغیر ٹھہرے جدا ہو جاتا ہے تو ان کے جدا ہونے کی وجہ سے سکون کی حالت میں بھی حرکت کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے یہی اہلِ فن اس کیفیت کو قلقلہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور مصنفؒ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ان کے ادا ہوتے وقت مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے تو اس حرکت سے مراد یہی دو عضووں کا آپس میں ملنے کے بعد جدا ہو جانا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس کیفیت کا احساس سکون ہی کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس لیے مصنفؒ نے حالتِ سکون کا ذکر خصوصیت کے ساتھ فرمایا ہے ورنہ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ تمام صفات لازمی ہیں جس سے ان سے بھی ظاہر ہے کہ حروفِ قلقلہ سب کے سب مجہورہ شدیدہ ہیں اس لیے قلقلہ کی ادا قوی اور بلند ہونی چاہیے۔

[۲] ظاہر ہے کہ ان حرفوں میں مد جب ہی کیا جا سکتا ہے کہ ان کو نہایت نرمی سے ادا کیا جائے ورنہ کشش کی کیفیت پیدا نہیں ہو سکے گی۔ جیسا کہ پہلے لکھ چکے ہیں ۲۱ کہ اگر واؤ ساکن اور یا ساکن سے پہلے فتحہ نہ ہو یا یہ دونوں سرے سے ساکن ہی نہ ہوں تو ان دونوں حرفوں میں ادا کے اندر صفتِ لین نہ ہو گی۔ کیونکہ یہ صفتِ لین حرفِ لین کو ہی پائی جاتی ہے۔ اور یہ دونوں حروفِ لین اسی وقت کہلاتے ہیں جب ساکن ہوں اور ما قبل مفتوح ہو۔ اور اگر ان سے قبل ضمہ یا کسرہ ہو تو جیسا کہ صفاتِ لازمہ کے بیان سے ظاہر ہے ان میں اس صفت کی ایک حالت کی جھلک پائی

پایا جاتا ہے ۔ درۃ ۔ لمعہ ۱۲

(۵) تکریر[۲۳]۔ اور یہ صفت صرف را میں پائی جاتی ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ زبان کو اس کے ادا کرنے کے وقت زبان میں ایک رعشہ یعنی لرزہ ہو جاتا ہے اس لیے اس وقت اس کے ادا میں تکرار کا شبہ ہو جاتا ہے ۔ اور یہ مطلب نہیں کہ اس میں تکرار ضرور کیا جائے بلکہ اس سے بچنا چاہیے ۔ گو اس میں اتنا شبہ بھی ہو کیونکہ وہ حقیقت میں ایک ہی حرف ہے کئی حرف نہیں ہیں ۔ درۃ الفریدہ ملخصاً ۱۲

جاتا ہے ۔ قمریہ ۔ [۲۲] یہ صفت [illegible] کی ہے اس وقت تو ان کی علامت ہی یاد کر لو [illegible] تحقیق کی کتابوں میں ان شاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گی ۱۲

[۲۳] اور اس کو تکرار بھی کہتے ہیں ۔ پھر یہ سمجھنا چاہیے کہ تکرار دو طرح کا ہے [illegible] تکرار حقیقی [illegible] مطلب تو یہ ہے کہ [illegible] اور [illegible] کے چار ادا ہوں ۔ [illegible] ہے کہ آواز ایک ہی ہو [illegible] کیا جائے کہ [illegible] جو حرف [illegible] پھر [illegible] آگے [illegible] صفت ادا ہونی چاہیے [illegible] اس کے لیے لازم ہے [illegible] مشابہت [illegible] صفت ۔ تکرار [illegible] ایسے [illegible] جیسے [illegible] صفت [illegible] سمجھنے میں [illegible] جیسا کہ [illegible] میں [illegible] یہ صفت را میں پائی جاتی ہے [illegible] مطلب بیان کرتے ہوئے [illegible] کہ اس کے ادا کرنے کے زبان میں ایک رعشہ [illegible] ہے اس لیے اس وقت ادا میں تکرار کی مشابہت ہو جاتی ہے [illegible] کا مطلب یہی [illegible] تکرار [illegible] پایا جاتا ہے [illegible] مشابہت [illegible] ہے [illegible] مطلب نہیں [illegible] ضرور کیا جائے بلکہ اس سے بچنا چاہیے [illegible] تکرار [illegible] میں تکرار حقیقی ہے [illegible] ۱۲

[۲۴] [illegible] صفت [illegible] سے [illegible] جیسا کہ [illegible] وجہ سے [illegible]

[۲۵] [illegible] تکرار [illegible] کے ساتھ [illegible] قوت [illegible] کے ساتھ [illegible] ہو جاتی ہے [illegible] سے [illegible] کے ساتھ [illegible]

[۲۶] [illegible] کے [illegible] ہو جائے [illegible]

[۲۷] اور اس صفت کی وجہ سے [illegible] یا حروف [illegible] کہتے ہیں ۱۲ ۔

(۱۶) تفشی: اور یہ صفت صرف شین کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کی ادا میں ہوا منہ کے اندر پھیل جاتی ہے۔ [illegible]

(۱۷) استطالت: اور یہ صفت صرف ضاد کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ حرف کے ادا میں شروع مخرج سے آخر مخرج تک یعنی حافہ زبان کے شروع سے حافہ زبان کے آخر تک آواز کو دراز کرنا۔ اور یہ مطلب نہیں کہ اس کا مخرج جتنا طویل ہے پیٹ مخرج میں آواز جاری رہنے سے آواز بھی طویل ہو جاتی ہے [illegible]۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ [illegible] صفت جو ابھی بیان ہوئی جن حروف میں یہ صفت نہ ہو ان کی ضد ضرور ہوگی [illegible] استطالت ہے تو باقی سب حروف میں عدم استطالت ہوگی۔ تو یہ دونوں صفتیں گویا کہ سب کو شامل ہو گئیں پھر صفات متضادہ و غیر متضادہ میں کیا فرق رہا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ صفات متضادہ میں ہر صفت کی ضد کا کچھ نہ کچھ نام بھی تھا۔ اور ان دونوں کا مطلب یہ ہے کہ جس حرف میں کوئی [illegible] نہ پائی [illegible] اور [illegible] یہاں

[illegible] کے ادا کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ زبان کی نوک اوپر کو اٹھنے نہ پائے ورنہ [illegible] ہو جائے گا [illegible] ۱۲ [illegible] یہ صفت کی وجہ سے ضاد کی صورت [illegible] ۱۲ [illegible] اس مضمون کو یوں دیکھا جائے کہ [illegible] حافہ زبان سے [illegible] تو یہ تعبیر زیادہ مناسب ہے کیونکہ [illegible] ۱۲ [illegible] مطلب [illegible] یہ ہے کہ [illegible] مخرج [illegible] زیادہ [illegible] اس لیے اس کی ادا میں بھی [illegible] پائی جاتی ہے [illegible] تفسیر [illegible] استطالت کی ایک ایسی صفت ہے جو [illegible] باقی تمام صفات میں [illegible] اس لیے دونوں کی [illegible] ۱۲ [illegible] مطلب [illegible] ہے۔ اگر یہ کہتے کہ [illegible] صفات متضادہ کا [illegible] سب [illegible] ہوتا ہے اس لیے کہ ہر حرف میں ان [illegible] میں سے ایک نہ ایک ضرور پائی جاتی ہے اسی طرح استطالت و عدم استطالت [illegible] دونوں [illegible] ایک جوڑا ہو جاتا ہے [illegible] متضادہ کی [illegible] تمام حروف [illegible] کہ ایک حرف میں استطالت ہے تو باقی [illegible] حروف میں عدم استطالت [illegible] اور غیر متضادہ [illegible] کوئی فرق [illegible] اصطلاح [illegible] متضادہ کہا گیا ہے [illegible] استطالت [illegible] غیر متضادہ [illegible] صفات [illegible] اور عدم [illegible] جوڑا ہو جاتا [illegible] سب [illegible] ہو جاتا ہے ۱۲ [illegible] جیسا [illegible] ۱۲ [illegible] حرف [illegible]

صفات کا نام نہیں اس لیے اس قسم کے صفات آنے کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ دونوں صفات میں یہ فرق ہوا۔

فائدہ ۴۔ بعض خواص و صفات حروف کے کچھ کیفیات ایسی اور لطیف ہیں جو بدون سنے یقین نہ کیجئے اس میں ماہر مشاق استاد کی ضرورت ہے۔ البتہ جب تک ایسا استاد میسر نہ ہو بالکل کورا رہنے سے کتابوں ہی سے کام چلانا غنیمت ہے۔ فائدہ ۵۔ اس لمعہ کے شروع میں صفت لازمہ ذاتیہ کی تعریف میں لکھا گیا ہے کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے اور یہ حرف نہ رہنا کئی طرح ہے۔ ایک یہ کہ دوسرا حرف ہو جائے۔ ایک یہ کہ ہے تو وہی حرف مگر اس میں کچھ کمی اور نقصان آ جاوے۔ ایک یہ کہ وہ کوئی حرف ہی نہ رہے۔ کوئی حرف مختص ہو جاوے اسی حال ہے یعنی خاص ہے جیسے نکالنے کا کبھی دوسرا حرف ہو جاتا ہے کبھی اس حرف میں کمی آ جاتی ہے کبھی بالکل ہی حرف مہمل ہو جاتا ہے جو کہ اپنی

مستعلیہ ہو جاوے۔ مستفلہ ان دونوں سے مقدم ہو ۱؎ یعنی یہ دونوں صفتیں متضادہ ہیں تو دونوں ضدوں کا نام ہونا تو ضروری ہے لیکن غیر متضادہ میں کسی متقابل صفت کا نام نہیں ہے جیسا کہ صفات کے ساتھ ان کا نام تو ہے لیکن تعلق کے اعتبار سے کسی صفت کا نام ہی نہیں [illegible] خوب سمجھ لو ۱۲ ۲؎ اس فائدہ کے شروع میں مصنف نے اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ تجوید صرف کتابوں ہی کے پڑھنے سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ فن ماہر استاد کی زبان سے سنے اور پھر اس کے موافق ادا کرنے کی مشق سے حاصل ہوتا ہے۔ البتہ جب تک استاد میسر نہ آئے اس وقت تک کتابوں ہی سے استفادہ کرنا ہے تاکہ بالکل ہی اس علم سے تو محروم نہ رہے ۱۲ ۳؎ مثلاً صاد میں استعلاء و اطباق ادا نہ کی جائیں تو وہ سین ہو جائے گا جیسا کہ عصی کی بجائے عسی پڑھ دیا یہی حال طاء و ظاء کا بھی ہے کہ ان صفتوں کے ادا نہ کرنے سے طاء تاء اور ظاء ذال ہو جاتا ہے ۱۲ ۴؎ مثلاً اگر قاف اور جیم و دال میں صفت قلقلہ ادا نہ کی جائے تو یہ حروف بالکل ہی ناقص ادا ہوں گے ۱۲ ۵؎ مثلاً [illegible] سے مخرج [illegible] جیم اور [illegible] کے ساتھ [illegible] کیا جا سکتا ہے چنانچہ بعض [illegible] میں [illegible] ۱۲ ۶؎ [illegible] ہے کہ جب صفات کی رعایت نہ [illegible] حرف کی ادائیگی [illegible] بالکل [illegible] خارج [illegible] اور بھی زیادہ ہے ۱۲ ۷؎ مثلاً ثاء کو اگر [illegible] مخرج سے نکالنے کی بجائے [illegible] سے نکالا جائے تو ظاہر ہے کہ [illegible] ۱۲ ۸؎ مثلاً ضاد کی ادائیگی [illegible] پانچ [illegible] کے چار یا تین [illegible] سے نکالا جائے تو ظاہر ہے کہ اس سے حرف میں [illegible] کمی ہو جائے گی ۹؎ [illegible] کی طرح مختص ہو جاتا ہے۔ یہ بات سمجھ لینے کے [illegible] تمام [illegible] کیا جا سکتا ہے [illegible] صفت یا

سے بعض دفعہ نماز جاتی رہتی ہے۔ اس لیے اگر ایسی غلطی ہو جائے تو فوراً اس کی تحقیق سے اطلاع دے کر کسی معتبر عالم سے مسئلہ پوچھ لینا ضروری ہے۔ اسی طرح زیر زبر یا کھڑا زبر پیش وغیرہ کی غلطیوں کا بھی یہی حکم ہے جن کی مثالیں دوسرے رسالہ میں مذکور ہیں ان کو بھی کسی عالم سے پوچھ لیا کریں۔

فائدہ مہمہ: حروف کے مخارج اور صفات لازمہ میں کوتاہی کرنے سے جو غلطیاں ہوتی ہیں فن تجوید کا اصل مقصد انہی غلطیوں سے بچنا ہے۔ اسی واسطے مخارج اور صفات کا بیان سب قاعدوں سے مقدم کیا گیا ہے۔ اب آگے جو صفات عارضہ کے متعلق قاعدے آویں گے۔ وہ اس مقصود سے دوسرے درجہ پر ہیں مگر عام طور سے ان دوسرے درجہ کے قاعدوں کی رعایت اس اصلی مقصد سے زیادہ کی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان قاعدوں سے خوش نمائی ہو جاتا ہے اور لوگ خوش آوازی کا زیادہ خیال کرتے ہیں اور مخارج و صفات لازمہ کو اس میں کوئی دخل نہیں اس لیے اس کی طرف توجہ کم کرتے ہیں۔

عربی کا لفظ غلط نکلنے سے حروف بھی بدل جاتے ہیں۔ یا جیسے اردو کلام میں یہ غلطی اکثر ہے کیونکہ عربی طرز پر آیا ہی ادب ا اور حکیم میں دونوں کا اثر آ جاتا ہے اسی طرح تا میں کاف کا اثر آ جاتا ہے جیسا کہ مشاہدہ شاہد ہے ۱۲ لگ یعنی جو حرف کو اپنے مخرج سے نکالنے یا اس کی صفات لازمہ ادا کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جس کی اوپر بہت سی مثالیں دی ہیں پہلے کے مسئلہ کی تھوڑی سی گذر چکی ہیں ۱۲ لگ یعنی تجوید سے کہ نماز کے ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کے مسائل کتب الفقہ میں مذکور ہوتے ہیں ۱۲ لگ یعنی ان غلطیوں کی بعض دفعہ تو نماز باطل ہے کیونکہ یہی لحن جلی میں داخل ہے جیسا کہ دوسرے رسالہ میں گذر چکا ہے ۱۲ لگ اس لیے کہ یہ غلطیاں لحن جلی ہیں کیونکہ ان سے مقصود اور معنی دونوں میں خلل کا ذکر مقصود نہیں بلکہ تغیر ہو جاتا ہے جن کی تھوڑی اور مثالیں دوسرے رسالہ میں بیان ہو چکی ہیں ۱۲ لگ یعنی ان سب قاعدوں سے جن کا تعلق صفات عارضہ کی ادا سے ہے۔ مد تجوید کی تعریف میں کی تحریر ۔ اخفاء اور ادغام اظہار کا بیان ہو چکا۔ یعنی مخارج اور صفات کو دوسرے سب قاعدوں پر مقدم کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی غلطی ہو جانے سے لحن جلی کی بدولت معنی بدل سکتا ہے اور لحن جلی سے بچنا تجوید کا مقصود اعظم ہے ۱۲ لگ کیونکہ ان کی رعایت نہ کرنے سے لحن جلی لازم نہیں آتی صرف لحن خفی لازم آتی ہے ۱۲ لگ صفات عارضہ سے قرآن بہت خوش نما ہو جاتا ہے کہ اور ان میں صفات مثلاً غنہ اور مد کی زیادتی کی وجہ سے قاری ترنم پیدا کرنے کی گنجائش ہوتی ہے بخلاف صفات لازمہ کے کہ وہ حرف کی ذات کے ساتھ قائم ہو جاتی ہیں۔ اس لیے ان میں یہ گنجائش نہیں ہوتی۔ اور مخارج کا تعلق بھی زیادہ تر زبان سے ہوتا ہے لیکن اس گنجائش سے فائدہ اٹھا کر ترنم

فائدہ ۵ : جس طرح یہ بے پروائی کی بات ہے کہ تجوید میں کوشش نہ کرے اسی طرح یہ بھی زیادتی ہے کہ تھوڑے سے قاعدے یاد کر کے اپنے کو کامل سمجھنے لگے اور دوسروں کو حقیر اور ان کی نماز کو فاسد جاننے لگے یا کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ محقق عالموں نے عام مسلمانوں کے گناہگار ہونے کا اور ان کی نمازوں کے درست نہ ہونے کا حکم نہیں کیا۔ اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا ان علماء کا کام ہے جو قرأت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ہیں۔ اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے نمبر میں دیکھ لو۔

میں ایسا مبالغہ کرنا جس سے حرفوں کی مقدار میں تو وزن قائم نہ رہ سکے یا حرف مدہ کی آواز میں جھٹکے لگنے سے ہمزہ پیدا ہو جائیں۔ یہ سب باتیں عیب اور غلط ہیں ۱۲ ؎ مصنف جزری حضرت قاری اور عالم ہی نہیں تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ باطن میں بھی۔ حق تعالیٰ نے آپ کو کمال بخشا تھا۔ اس لیے خوب تجوید کو عجب اور خود پسندی جیسی مہلک بیماری سے بچنے کی ہدایت فرما رہے ہیں اور علم قرأت میں نماز کے فساد و عدم فساد کا مسئلہ معلوم کرنے کے لیے علماء سے رجوع کرنا چاہیے کیونکہ محقق علماء جب کوئی فتویٰ صادر کرتے ہیں تو نرمی و سختی کا لحاظ رکھ کر صادر کرتے ہیں ۱۲ ؎ کیونکہ اس سے حرج لازم آتا ہے۔ ہاں اگر امام قرأت میں فاش غلطیاں کرتا ہے اور مقتدی ماہر تجوید ہو ایسا ایک شخص تو نادر ہی ہے تو ایسے مقتدی کی نماز پڑھنے کا حکم لگانا واقعی مشکل ہے کیونکہ رکوع، سجود اور قیام وغیرہ کی طرح قرأت بھی نماز کا ایک رکن ہے۔ ایسی صورت میں محقق علماء سے رجوع کر کے کسی منتظم اور فقیہ سے دریافت کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم ۱۲ ؎ کیونکہ اگر فقہ اور حدیث پر نظر نہیں ہے اور محض قاری ہی ہے تو ذرا ذرا سی غلطی پر فساد نماز کا حکم لگائے گا۔ اور اگر فقہ اور حدیث پر تو نظر ہے لیکن قرأت نہیں جانتا تو بڑی بڑی غلطیوں کو بھی غلطی نہیں سمجھے گا۔ اور قرآن مجید کے بکثرت غلط پڑھے جانے پر بھی فساد نماز کا حکم نہیں لگائے گا۔ اس لیے فرمایا کہ:

"اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا محققین کا کام ہے جو قرأت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ہیں۔ اور یہ بہت عمدہ فیصلہ ہے۔ شارح ۱۲

؎ یعنی وہاں جلی اور خفی دونوں قسم کی غلطیوں کی الگ الگ تعریف اور حقیقت بیان کی گئی ہے اور ہر ایک کی مثالیں اور اس کا حکم بھی بیان کر دیا گیا ہے ۱۲۔

چھٹا لمعہ۔ صفات محسنہ محلیہ[1] کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ یہ صفات سب حرفوں[2] میں نہیں ہوتیں۔ صرف آٹھ حرف ہیں جن میں مختلف حالتوں[4] میں مختلف صفات کی رعایت ہوتی ہے۔ وہ حروف یہ ہیں: ل۔ ر۔ ہ۔ م ساکن و مشدد[5]۔ ن ساکن و مشدد اور نون ساکن میں تنوین بھی داخل ہے کیونکہ وہ اگرچہ لکھنے میں نون نہیں ہے مگر پڑھنے میں نون ہے جیسے بآءٍ اگر دو زبر پڑھو تو ایسا ہوگا جیسے بن۔ چوتھا الف جس سے پہلے ہمیشہ زبر ہی ہوتا ہے۔ و ساکن جبکہ اس سے پہلے پیش یا زبر ہو۔ ی ساکن جبکہ اس سے پہلے

حواشی لمعہ ششم

[1] محسنہ و محلیہ دونوں صفات عارضہ کے نام ہیں۔ پانچویں لمعہ کے شروع میں معلوم ہو چکا ہے کہ صفات کی دو قسمیں ہیں (۱) صفات لازمہ (۲) صفات عارضہ۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ لازمہ کو ذاتیہ، ممیزہ، مقومہ اور عارضہ کو محسنہ، محلیہ اور مزینہ بھی کہتے ہیں۔ پس پانچویں میں تو مصنف نے صفات لازمہ بیان فرمائی تھیں اور اب اس چھٹے لمعہ میں صفات عارضہ کا بیان شروع فرماتے ہیں ۱۲

[2] مگر یاد رہے کہ مصنف نے اس لمعہ میں صفات عارضہ بیان نہیں فرمائیں بلکہ ان کے متعلق صرف ایک طرح کی تمہید ہی بیان فرمائی ہے جس میں ان کو عارضہ کہنے کی وجہ اور یہ کہ یہ صفات کتنے اور کون کون سے حرفوں میں ہیں اور ان حرفوں کی کون کون سی حالتیں ہیں جن میں پائی جاتی ہیں اس قسم کی جزئیات بیان فرمائی ہیں۔ رہی خود صفات عارضہ اور ان کی پوری تفصیل سو یہ ساتویں لمعہ سے بارھویں لمعہ تک چھ لمعوں میں آ رہی ہیں ۱۲

[3] مطلب یہ ہے کہ جس طرح صفات لازمہ تمام حرفوں میں پائی جاتی ہیں اور کوئی حرف ان سے خالی نہیں ہوتا اس طرح صفات عارضہ کا حال نہیں بلکہ یہ صرف بعض حرفوں میں پائی جاتی ہیں ۱۲

[4] اسی سے ان صفات کے عارضہ ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ صفات عارضہ ایسی ہی صفات ہیں جو حروف کی سب حالتوں میں نہیں بلکہ بعض ہی میں پائی جاتی ہیں اور بعض میں نہیں۔ اور یہاں مختلف کے یہی معنی ہیں ۱۲

[5] میم اور نون کے ساتھ ساکن اور مشدد کی قید اس لیے لگائی گئی ہے تاکہ متحرک غیر مشدد نکل جائے۔ کیونکہ نون اور میم اگر متحرک غیر مشدد ہوں جیسے نَعْبُدُ، مُسْتَقِیْم وغیرہ تو اس حالت میں ان کی یہ صفات نہیں پائی جاتیں اور یہی معنی ہیں عارضہ کے کہ ایک حالت میں پائی جائیں اور دوسری حالت میں نہ پائی جائیں ۱۲

[6] یعنی اگرچہ نون اور تنوین میں یہ فرق ہے کہ نون لکھنے میں بھی آتا ہے اور پڑھنے میں بھی اور تنوین پڑھنے میں تو آتی ہے لکھنے میں نہیں آتی لیکن چونکہ علم تجوید میں تلفظ ہی سے بحث ہوتی ہے۔ اس لیے تلفظ کا اعتبار کرتے ہوئے ملحق بنون ساکن ہی کا حکم ہے

زیر یا پیش پر۔ دیکھو لمعہ مخرج میں۔ [illegible] اور تفخیم کی بحث تکملۂ اول میں بیان کی گئی ہے۔ [illegible]
لوگ [illegible] ان حرفوں میں جو ایسی صفات سے موصوف ہیں۔ ان میں بعض صفات تو خود [illegible] پڑھنے
کی [illegible] ادا ہو جاتی ہیں۔ ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً [illegible]
[illegible] صفات کو بیان کیا جاتا ہے جو پڑھنے
سے [illegible] نہیں [illegible] کرنا پڑتا ہے جیسے [illegible]
[illegible] الٓمٓ [illegible]
[illegible] مطلب یہ ہے کہ [illegible]
[illegible]
[illegible] الْمُسْتَقِیْمَ [illegible] لکھا گیا ہے۔ [illegible] صفات [illegible]
[illegible] مطلب یہ ہے [illegible] صفات [illegible]
[illegible]
[illegible] صفات [illegible]
[illegible]
[illegible] صفات [illegible] حقیقت یہ ہے کہ
[illegible] صفات [illegible] پڑھتے ہیں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] صفات [illegible]
[illegible]
[illegible]

ساتواں لمعہ - لام کے قاعدوں میں

لفظ اللہ کا جو لام ہے اگر اس سے پہلے زبر والا یا پیش والا حرف ہو تو اس لام کو پُر کر کے پڑھیں گے جیسے [illegible] اللّٰهُ - [illegible] اللّٰهُ اور اس پُر کرنے کو تفخیم کہتے ہیں۔ اور اگر اس سے پہلے زیر والا حرف ہو تو اس لام کو باریک پڑھیں گے جیسے بِسۡمِ اللّٰهِ اور اس باریک پڑھنے کو ترقیق کہتے ہیں۔ اور لفظ اللہ کے سوا جتنے لام ہیں سب باریک پڑھے جاویں گے جیسے مَا وَلّٰهُمۡ اور [illegible]۔

تنبیہ: - اَللّٰهُمَّ میں بھی یہی قاعدہ ہے جو اللہ میں ہے کیونکہ اس کے اوّل میں بھی یہی لفظ اللہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ میں [illegible] پڑھنے کی عادت [illegible] الف، واؤ، یا اور ہمزہ پڑھے جاتے ہیں اور [illegible] جاتے۔ ان میں وہ فرق کیوں ہے اور [illegible] ہے جس کو فرق کا سمجھنا عربی جاننے پر موقوف ہے اور اسی لیے مولف نے اس قاعدہ کو نظر انداز فرما دیا ہے۔ [illegible] ۱۲ سلہ [illegible] حرفوں کے قاعدے [illegible] بیان ہونے والے ہیں [illegible] ہے [illegible] تفخیم ترقیق۔ اور [illegible] غنہ۔ مد اور تسہیل اور صفات [illegible] ہیں۔ [illegible] کے ساتھ [illegible] کے ساتھ [illegible] ۱۲ سلہ [illegible] حرفوں کے قاعدے تو ایک ہی لمعہ میں بیان کیے گئے ہیں اور باقی [illegible] لام۔ [illegible] ایک ایک لمعہ

حواشی لمعہ ہفتم سلہ [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] صفات عارضی

[illegible] جاتی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے اور چونکہ لام کا بیان سب سے مختصر تھا اس لیے حضرت مصنف نے سب سے پہلے اسی کا قاعدہ بیان فرمایا ہے ۱۲ سلہ یعنی [illegible] کہ زبان کو [illegible] کی طرف [illegible] جاتا ہے اور تفخیم میں [illegible] ہوتا ہے ۱۲ سلہ یعنی [illegible] کی صورت [illegible] ہوتی ہے [illegible] کی طرف بلند نہیں کرتے ۱۲ سلہ [illegible] بعض لوگ [illegible] کی طرح [illegible] پڑھتے ہیں [illegible] بہت [illegible] ہے [illegible] ۱۲ سلہ [illegible] لفظ اللہ [illegible] کا بھی ایک ہی قاعدہ ہے جیسا بیان کیا گیا ہے اور اَللّٰهُمَّ کی مثالیں یہی ہیں [illegible] اَللّٰهُمَّ اور [illegible] اَللّٰهُمَّ اور [illegible] اَللّٰهُمَّ پہلی دو مثالوں میں تو لام پُر ہوگا اور تیسری میں باریک ۱۲

آٹھواں لمعہ راء کے قاعدوں میں

قاعدہ ۱ :- اگر راء پر زبر یا پیش ہو تو اس راء کو تفخیم سے یعنی پُر پڑھیں گے جیسے رَبَّکَ نُرَجِّعَ اور اگر راء پر زیر ہو تو اس کو ترقیق سے یعنی باریک پڑھیں گے جیسے رِجَالٌ [illegible] راء مشددہ بھی ایک راء ہے۔ پس خود اس کی حرکت کا اعتبار کرکے اس کو پُر یا باریک پڑھیں گے جیسے [illegible] کی راء کو پُر پڑھیں گے اور [illegible] کی راء کو باریک اور ان کو آگے قاعدہ ۲ سے [illegible] نہ پڑھیں گے جیسے بعض ناواقف اس کو دو راء سمجھتے ہیں پہلی ساکن اور دوسری متحرک یہ غلطی ہے۔

قاعدہ ۲ :- اگر راء ساکن ہو تو اس سے پہلے والے حرف کو دیکھو کہ اس پر کیا حرکت ہے اگر زبر یا پیش ہو تو اس راء کو پُر پڑھیں گے جیسے بَرْقٌ - یُرْزَقُوْنَ) اور اگر زیر ہے تو اس راء کو باریک پڑھیں گے جیسے [illegible] اور راء کے باریک ہونے کی تین شرطیں ہیں ایک شرط یہ ہے کہ یہ کسرہ اصلی ہو عارضی نہ ہو کیونکہ اگر عارضی ہوگا تو پھر راء باریک نہ ہوگی جیسے اِرْجِعُوْا

حواشی لمعہ ہشتم ؂ لام اور راء دونوں حرف ایسے ہیں جو تفخیم و ترقیق دونوں طرح پڑھے جاتے ہیں کہ وہ دونوں بعض حالتوں میں پُر پڑھے جاتے ہیں اور بعض حالتوں میں باریک۔ اس لیے مصنف رحمہ اللہ نے لام کے بعد راء کے قاعدے بیان فرمائے ہیں مگر راء کا بیان چونکہ کافی مفصل ہے اور اس کے قاعدے بھی زیادہ ہیں اس لیے اگر ان قاعدوں کو پڑھتے وقت دو باتیں ذہن میں رکھی جائیں تو امید ہے کہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ ایک بات تو یہ کہ راء اگر متحرک ہو تو اس کو خود اپنی حرکت کے لحاظ سے۔ اور اگر ساکن ہو تو اس سے پہلے والے حرف کی حرکت کے لحاظ سے پُر یا باریک پڑھتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ زبر اور پیش کی وجہ سے پُر پڑھی جاتی ہے اور زیر کی وجہ سے باریک لیکن یہ دو باتیں ذہن میں باقی نہیں رہتیں۔ لہٰذا نمبروار بیان کئے گئے قاعدے آسانی کے ساتھ ذہن نشین ہوتے چلے جائیں ۱۲ ؂ مطلب یہ ہے کہ راء مشددہ دو حرف ہیں کہ اس طرح کہ پہلا حرف ساکن ہے اور دوسرا متحرک۔ پھر ساکن کو حرف ماقبل کے تابع ہو کر اور متحرک کو خود اس کی حرکت کے لحاظ سے پُر یا باریک نہیں پڑھنا چاہئے۔ بلکہ اس کو ایک ہی حرف سمجھ کر خود اس کی حرکت کے لحاظ سے ہی تفخیم یا ترقیق کا حکم جاری کرنا چاہیے ۱۲ ؂ کیونکہ قاعدہ ۵ میں یہ چیز بیان کی گئی ہے کہ راء ساکن کو پُر یا باریک پڑھنے کے لیے حرف ماقبل کی حرکت کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ لہٰذا راء مشددہ کو اس قاعدے میں داخل نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اس کا حکم وہی ہے جو قاعدہ ۱ میں بیان ہو چکا ہے ۱۲ ؂ یعنی ماقبل راء ساکن مکسور ۱۲ ؂ زیر عارضی دو صورتوں میں آتا ہے

دیکھو راء ساکن بھی ہے اور اس سے پہلے حرف یعنی ہمزہ پر زیر بھی ہے مگر چونکہ یہ زیر عارضی ہے[۱ه] اس لیے اس راء کو پُر پڑھیں گے لیکن یہ وصل عربی پڑھے ہونے اس کی پہچان نہیں ہو سکتی کہ کسرہ یعنی زیر اصلی کہاں ہے اور عارضی کہاں ہے جہاں شبہ ہو کسی عربی داں سے پوچھ کر اس قاعدے پر عمل کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ یہ کسرہ اور یہ راء دونوں ایک کلمہ میں ہوں۔ اگر دو کلموں میں ہوں گے تو بھی راء باریک نہ ہوگی جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ اَمِ ارْتَابُوْٓا الَّذِی ارْتَضٰی اور اس شرط کا پہچاننا بہ نسبت پہلی شرط کے آسان ہے کیونکہ کلموں کا ایک یا دو ہونا اکثر ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس راء کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف نہ ہو۔ اگر ایسا ہوگا تو پھر راء کو پُر پڑھیں گے۔ اور ایسے حروف سات ہیں جن کا بیان پانچویں لمعہ کے نمبر ۵ میں آچکا ہے۔ جیسے قِرْطَاسٍ مِرْصَادًا اِرْصَادًا فِرْقَةٍ لَبِالْمِرْصَادِ۔

ایک وہ جو ہمزہ وصل پر ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ عارضی ہوتا ہے دوسرا وہ جو التقائے ساکنین کی وجہ سے پہلے ساکن کو دیا جاتا ہے۔ دوسرا ان کے ماسوا جو زیر اصلی ہے۔ دونوں قسم کے عارضی کسرہ کی مثالیں آگے آتی ہیں ۱۲ ۲ه چونکہ یہ زیر ہمزہ وصل پر ہے اور ہمزہ وصل عارضی ہوتا ہے اس لیے کہ ابتدائی حالت میں ثابت رہتا ہے اور وصل کی حالت میں گر جاتا ہے۔ پس جب حرف ہی عارضی ہوا تو اس کی حرکت بدرجۂ اولیٰ عارضی ہوگی۔ احقر ۱۲ ۳ه یعنی عربی پڑھے بغیر نہ ہمزہ وصل کی پہچان ہو سکتی ہے اور نہ کسی جگہ التقائے ساکنین کا پتہ چلتا ہے اور زیر عارضی انہی دو چیزوں کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے حاشیہ ۱ه میں بیان ہوا ۱۲ ۴ه یعنی تم کو معلوم ہو کہ راء ساکن سے پہلے کسرہ عارضی یا کسرہ منفصل ہے۔ ہم نے کتاب معلم التجوید میں ایک جدول میں درج کر دیئے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ سورت اور پارہ وغیرہ کا نمبر بھی لکھ دیا ہے ۱۲ ۵ه یعنی منہ بند کر کے ہے اور اِرْجِعُوْٓا الخ۔ کہ یہ ارْجِعُوْنِ کی راء باء کے کسرہ کی وجہ سے باریک نہ ہوگی بلکہ پُر ہی پڑھی جائے گی ۱۲ ۶ه اَمِ ارْتَابُوْٓا میں جو کسرہ ہے وہ عارضی بھی ہے اور منفصل بھی۔ منفصل اس لیے کہ آخر کلمہ پر ہے اور ارْتَابُوْٓا تک۔ اور عارضی اس لیے کہ التقائے ساکنین کی وجہ سے ہے اور اس قسم کا کسرہ بھی عارضی ہوتا ہے۔ احقر پاس لکھا ہے ساکن کی مثال اور ہمزہ کے عارضی ہونے کی جزئیات معلم التجوید میں ملیں گے انشاء اللہ ۱۲ احقر ۱۲ ۷ه یعنی جس کلمہ میں راء ہے ۱۲ ۸ه یعنی راء ساکن قبل کسرہ کے بعد اگر اسی کلمہ میں حرف مستعلیہ ہو ۱۲ ۹ه خواہ اس راء سے پہلے کسرہ اصلی اور متصل ہی کیوں نہ ہو۔ پس قاعدہ کی تعمیل میں لکھا ہے کہ اور یہ جو مثالیں دی گئی ہیں سب میں حرف مستعلیہ کی وجہ سے راء پُر پڑھی جاتی ہے ۱۲ ۱۰ه یعنی ان ساتوں حرفوں کا مجموعہ بیان ہو چکا ہے۔ اگر یہ مجموعہ یاد نہ رہا ہو تو وہاں دیکھ لو۔

ان سب میں را کو پُر پڑھیں گے۔ اور تمام قرآن مجید میں اس قاعدہ سے تین چار لفظ ٹل جاتے ہیں۔ اور وہ بھی اس کا سمجھنا آسان ہے۔ تنبیہ ۱: تیسری شرط کے موافق لفظ کُلُّ فِرْقٍ کی را میں بجائے تفخیم کے ترقیق بھی۔ لیکن چونکہ قاف پر بھی زیر ہے۔ اس لیے بعض قاریوں کے نزدیک اس میں ترقیق ہے۔ اور دونوں امر جائز ہیں۔ تنبیہ ۲: تیسری شرط میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر ایسی را کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہوگا۔ تو اس کو پُر پڑھیں گے۔ تو اسی کلمہ کی قید اس سبب لگائی کہ دوسرے کلمہ میں حروف مستعلیہ کے ہونے کا اعتبار نہ کریں گے جیسے اَنْذِرْ قَوْمَكَ ۔ فَاصْبِرْ صَبْرًا ان میں را کو باریک ہی پڑھیں گے۔ (قاعدہ ۵) اور اگر را ساکن سے پہلے والے حرف پر حرکت نہ ہو وہ بھی ساکن ہو اور ایسا حالت وقف میں ہوتا ہے جیسا ابھی مثالوں میں دیکھو گے۔ تو پھر اس حرف سے پہلے والے حرف کو دیکھو۔ اگر اس پر زبر یا پیش ہو تو را کو پُر پڑھو گے جیسے لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ لِعُسْرٍ کہ ان میں را بھی ساکن اور دال اور سین بھی ساکن اور قاف پر زبر اور عین پر پیش ہے۔ اس لیے ان دونوں مثالوں کی را کو پُر پڑھیں گے۔ اور اگر اس پر زیر ہے تو را کو باریک پڑھو جیسے ذِیْ حِجْرٍ کہ اس میں را بھی ساکن اور جیم بھی ساکن اور حا پر زیر ہے اس لیے اس را کو باریک پڑھیں گے (تنبیہ ۳) لیکن اگر را ساکن سے پہلے جو حرف ساکن ہے۔ اگر وہ یا ساکن ہی ہو تو پھر اس سے پہلے والے حرف کو مت دیکھو بلکہ را کو ہر حال میں باریک پڑھو خواہ ی سے پہلے کچھ ہی حرکت ہو جیسے خَیْرٌ۔ قَدِیْرٌ کہ ان دونوں را کو باریک ہی

۱ه کیونکہ یہ بات بہت ہی آسانی سے معلوم ہو جاتی ہے کہ را کے بعد حرف مستعلیہ ہے یا حرف مستفلہ ۱۲۔

۲ه کیونکہ ساکن را کے بعد اسی کلمہ میں قاف ہے جو حروف مستعلیہ میں سے ہے ۱۲ ۳ه یعنی تفخیم و ترقیق اور اس کو صفت کہتے ہیں ۱۲ ۴ه کیونکہ اَنْذِرْ ایک کلمہ ہے اور قَوْمَكَ الگ اور فَاصْبِرْ صَبْرًا میں بھی یہی صورت ہے اور اس قاعدہ کی ایک مثال اور بھی پائی گئی ہے یعنی وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لقمان ع ۲ ۱۲ ۵ه یعنی را اور را سے پہلے والا حرف دونوں ساکن ہوں یعنی کیونکہ اصل میں اس طرح کے دو ساکنوں کا جمع ہونا جائز نہیں سمجھا گیا جیسا کہ نحو صرف کی کتابوں میں ہے۔ اگر وقف نہ کیا جائے بلکہ ملا کر پڑھا جائے تو یہ بات کی ساکن را ساکن نہ رہے گی بلکہ متحرک ہو جاوے گی خوب سمجھ لو ۱۲ ۶ه یعنی خواہ زیر ہو خواہ پیش جیسا کہ اوپر لکھا ہے اور یہاں کا مطلب بھی یہی ہے۔ رہا زبر تو وہ یا ساکن سے پہلے آتا ہی نہیں ۱۲۔

پڑھیں گے (تنبیہ ۱) اس قاعدہ ۸ کے موافق لفظ یحیٖ اور یستحیٖ القطی جب وقف کیا جائے تو مد کو بایک پڑھنا چاہیے مگر قاری لوگ ساکن دونوں لفظوں کی یا کو بایک اسپچہ وقف طرح پڑھتے ہیں سو اس کی بھی گنجائش ہے کیونکہ اس طرح پڑھنا جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ خواہ مد ہو یا حرکت ہو اس کا اعتبار کیا جائے یعنی تفخیم اولیٰ ہے کیونکہ آخر جز ہے یعنی ما لفظوں میں ترقیق اولیٰ ہے کیونکہ آخر جز ہے (تنبیہ ۲) اس قاعدہ ۸ کی بنا پر سورۃ والنجم میں آیت پر جب وقف ہو تو اس کی مد کو کم پڑھنا چاہیے لیکن بعض قاریوں نے اس کے بایک پڑھنے کو اولیٰ لکھا ہے مگر یہ روایت ضعیف ہے سو اس لیے اس مد کو قاعدہ مذکورہ کے موافق یوں ہی پڑھنا چاہیے۔ قاعدہ ۹ مد کے بعد قرآن مجید میں ایک جگہ میں الف ہے کہ مد کی اس حرکت کو زبر سمجھ کر مد کو بایک پڑھیں اور یہ جگہ سورۃ ہے بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖىهَا اس مد کو ایسا پڑھیں گے جیسا لفظ قطرے کی مد کو بایک پڑھتے ہیں اور اسی کو کہتے ہیں جس کو زمیں والے یا ے مجہول کہتے ہیں یعنی مجریہا کی مد کو بایک پڑھیں گے (قاعدہ ۱۰) جو مد وقف کے سبب ساکن ہو جاوے تو اس پر بات ہے کہ اس میں قاعدہ ۸ و ۹ کے موافق اس سے پہلے والے حرف کو دیکھیں اس سبب سے پہلے

لے کیونکہ تنوین وقف میں پہلا حرف ساکن ہے اور اس سے پہلے والے حرف یعنی میم اور قاف پر کسرہ ہے جیسے القمر اور و لایستحیی کی طرح ہو ۱۲ ملہ ترقیق کی وجہ ترقیق ہی مذکور ہی ہے یعنی قاف پر کسرہ و تفخیم اس لیے کہ ما بعد کی طرح ماقبل کے تشدید کرنے کی تفخیم کا سبب بھی یہی ہیں ۱۲ ملہ مطلب یہ ہے کہ اس دونوں کلموں میں وقف و مد دونوں وجہیں ہیں لیکن ترقیق اس وجہ سے ہے جو مد کی حرکت کے موافق ہے اور یہی وضاحت کے لیے بھی یہ گو ملہ کیونکہ یہی ساکن ہے اور اس سے پہلا حرف یعنی یا مفتوح ہے ایضاً تک کی طرح ۱۲ ملہ اس لیے کہ یہ لفظ اصل میں فیما ہی تھا پس بعض نے مد کے بایک پڑھنے کو اس لیے اولیٰ لکھا ہے تاکہ اس کے مختصر پر دلالت ہو جائے لیکن محققین کے نزدیک ہے اور کسی کے نزدیک بھی ہو تو اس کی تصریح کی گئی ہے زینت القرآن جیسا کچھ تو کتابوں میں ترقیق کی روایت کو ضعیف ہی بتایا ہے ۱۲ ملہ امالہ کہتے ہیں فتحہ کو جانب کسرہ کے مائل کرنے اور اس کے بعد والے الف کو جانب یا کے جھکا کر پڑھنے کو ۱۲ ملہ جو کہ یہ لوگ زبر کو یا کی طرف جھکا کر پڑھا جاتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے والے حاشیہ میں گذرا۔ اس لیے اس غلطی پر آ کر کسرہ سمجھا جائے گا اور اس پر کسرہ الاصلی کا سا حکم جاری کیا جائے گا ۱۲ ملہ چونکہ مصنف نے پچھلی تحریروں میں صرف امالہ اور اس کا حکم بیان کیا ہے امالہ کی تعریف بتانا مقصود تھی اس لیے اس کے متعلق ایک مختصر سا نوٹ لکھ دیا ہے اور یہ اسی کے بھی

حرف کو دیکھ کر اس مد کو بایک یا نرم پڑھنا چاہیے تو اس میں اتنی بات اور سمجھ لو کہ پہلے والے حرفوں کو دیکھنا اس وقت ہے جبکہ وقف میں اس مد کو بالکل ساکن پڑھا جائے جیسا کہ وقف کرنے کا عام طریقہ یہی ہے لیکن وقف کا ایک اور طریقہ بھی ہے جس میں وہ حرف جس پر وقف کیا ہے بالکل ساکن نہیں کیا جاتا بلکہ اس پر جو حرکت ہو اس کو بہت خفیف سا ادا کیا جاتا ہے اور اس کو روم کہتے ہیں۔ اور یہ صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے۔ اس کا مفصل بیان لمعہ تیرہویں میں ان شاء اللہ آوے گا۔ سو یہاں یہ سمجھنا مقصود ہے کہ اگر شیٔ پر آ کر روم کے ساتھ وقف کیا جائے تو پھر پہلے والے حرف کو نہ دیکھیں گے بلکہ خود اس مد پر جو حرکت ہوگی اس کے موافق نرم یا بایک پڑھیں گے جیسے وَالْمَوْتِ پر اگر اس طرح سے وقف کریں یعنی روم کر کے تو بایک پڑھیں گے اور خَوْفٌ پر اگر اس طرح وقف کریں تو ذرا نرم پڑھیں گے۔

نواں لمعہ میم ساکن اور مشدّد کے قاعدوں میں

قاعدہ ۱:- میم اگر مشدد ہے تو اس میں غنہ ضروری ہے اور غنہ کہتے ہیں ناک میں آواز لے جانے کو جیسے ثُمَّ اور اس حالت میں اس کو حرفِ غنہ کہتے ہیں۔ فائدہ: غنہ کی مقدار ایک الف ہے اور الف کی مقدار دریافت کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کھلی ہوئی انگلی کو بند کر لے یا بند انگلی کو کھول لے اور بعض نے ایک الف مقرر کیا ہے باقی اصل مدار استاد کی مشق سے سیکھنے پر ہے۔

کا تلفظ ہو رہا ہے جو غلطی کی بات کا بچانا مقصود ہے کیونکہ بعضے اس کو یوں پڑھنا چاہتے اور اس کو قاری کی یاء کی طرح پڑھنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ وہ یائے معروف ہے ۱۲ ۲۹لہ اسی طرح وقف کرنے کو وقف بالاسکان کہتے ہیں ۱۲ ۳۰لہ یعنی جس حرف پر وقف کرنے کا ارادہ ہو اس کا ذکر اس قاعدہ کے شروع میں آ چکا ہے ۱۲ ۳۱لہ یعنی اس کی حرکت کے کچھ حصہ کو ادا کر کے وقف کرنے کو وقف بالروم کہتے ہیں ۱۲ ۳۲لہ اس لیے کہ اس حالت میں وصل کی طرح آواز ٹوٹا ہوا ہو گیا ۳۳لہ کیونکہ اس حالت میں آواز وصل کی طرح ضرور ہوگی جو اصل میں روم قریب بالوصل ہے اور جو اصل کی طرح اپنی حرکت کے لحاظ سے نرم یا بایک پڑھی جاتی ہے مثلاً وقف بالاسکان اور وقف باشمام کی طرح حرف ماقبل کی حرکت کے تابع نہیں ہوتا۔

حواشی لمعہ نہم | لہ باوجود کے سکتہ لمعے میں نون کے ساتھ ساکن اور مشدد کی قید اس لیے بڑھائی گئی ہے کہ اگر حرف غیر مشدد کی جائے تو پھر لمعہ ۱۱ کا حاشیہ دیکھو۔ ۲لہ یعنی مشدد ہونے کی حالت میں ۱۲۔

قاعدہ ۱۲: میم اگر ساکن ہو تو اس کے بعد دیکھنا چاہیے کہ کیا حرف ہے۔ اگر اس کے بعد بھی میم ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی دونوں میم ایک ہو جائیں گے اور مثل ایک میم مشدد کے اس میں غنہ ہوگا حقیقۃً ادغام ہوگا جیسے اَلَیْکُمْ مُّسْلِمُوْنَ اور اس کو ادغام صغیر مثلین کہتے ہیں۔ اور اگر میم ساکن کے بعد با آرہی ہے تو وہاں غنہ کے ساتھ اخفا ہوگا اور اس اخفا کا مطلب یہ ہے کہ اس میم کو ادا کرنے کے وقت دونوں ہونٹوں کے خشکی کے حصہ کو بہت نرمی کے ساتھ ملا کر غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے بڑھا کر خیشوم سے ادا کیا جائے پھر اس کے بعد ہونٹوں کے کھلنے سے پہلے ہی دونوں ہونٹوں کے تری کے حصہ کو سختی کے ساتھ ملا کر با کو ادا کیا جائے [illegible] جیسے تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ اور اس کو اخفاء شفوی کہتے ہیں۔ اور اگر میم ساکن کے بعد میم اور با کے سوا اور کوئی حرف ہو تو وہاں میم کا اظہار ہوگا یعنی میم اپنے مخرج سے بلا غنہ

لہ چنانچہ ہونٹوں کی خشکی اور تری کا فرق [illegible] اس کا امتحان یوں ہو سکتا ہے کہ الف کی مقدار میں کچھ بھی کمی بیشی ہو جاتی ہے تو جس شخص نے کسی ماہر مشاق استاد سے مشق کی ہو اس کے کانوں کو گراں معلوم ہوتا ہے کیونکہ اپنے ذوق سے مقدار کے گھٹنے بڑھنے کو معلوم کرتا ہے خواہ وہ گنتی یا انگلی کو بند کرنے یا کھولنے کا عمل بھی نہ کرے ۱۲ کہ کیونکہ ادغام کی حقیقت یہی ہے کہ دونوں حرفوں کو ملا کر ایک ادا کر دیا جائے اور دونوں ایک ہی مخرج سے بلا فصل ادا ہوں چنانچہ تحقیق کی مثال کو ادا کر کے غور کرنے سے یہ حقیقت سمجھ میں آ سکتی ہے ۱۲ ٹہ یہاں ادغام کے بعد اَلَیْکُمْ مُّسْلِمُوْنَ کے دونوں میم مل کر مشدد ایک میم کی طرح ہو جاتے ہیں اور اب اس میم میں غنہ کے ساتھ ہوتا ہے ۱۲ ھ یہ ادغام کی ایک قسم ہے جس کا نام ادغام صغیر مثلین ہے مختصر ایسا سمجھو کہ اگر ادغام ایک ہی طرح کے دو حرفوں میں ہو جائے اور پہلا حرف ادغام سے پہلے ہی ساکن تھا جیسے اِذْ ذَّهَبَ۔ وَقَدْ دَّخَلُوْا وغیرہ تو ایسے ادغام کو ادغام صغیر مثلین کہتے ہیں۔ ہیں اس اصطلاح کو ایک جگہ کے سب خانوں میں لکھنا چاہیے [illegible] اس کی ایک مثال ہے اور ادغام کی پوری بحث نصاب کی دوسری کتاب معلم التجوید میں دیکھو ۱۲ کہ یعنی میم کا اخفا اور نون کے اخفا کا مطلب اس سے کچھ مختلف ہے جس کا بیان [illegible] کیونکہ شہ شفتہ کے معنی ہونٹ کے ہیں۔ میم چونکہ ہونٹوں سے ادا ہوتا ہے اس لیے اس کے اخفا کے ساتھ شفوی کی قید لگا دیتے ہیں ۱۲ ھ یہاں بھی دونوں [illegible] کے ادا کرنے کی [illegible] کی گئی ہے۔ اس سے غنہ کی مقدار ہے جس کی مقدار ایک الف معروف ہے اور [illegible] غنہ میم اور نون کا ذاتی ہوتا ہے جس سے یہ دونوں حرف کسی حالت میں بھی خالی نہیں ہوتے چنانچہ جب [illegible] کہتے ہو

ظاہر کی جاوے گی جیسے اَنْعَمْتَ اور اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں۔ (تنبیہ) بعض حفاظ اس اخفاء و اظہار میں بآ اور واؤ اور فا کا ایک ہی قاعدہ سمجھتے ہیں۔ اور اس قاعدہ کا نام حرف لاؤ قاعدہ رکھا ہے یعنی بعضے تو تینوں میں اخفاء کرتے ہیں اور بعضے تینوں میں اظہار کرتے ہیں اور بعضے ان حرفوں کے پاس میم ساکن کو ایک گونہ حرکت دیتے ہیں جیسے عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ یہ سب خلاف قاعدہ ہے۔ پہلا اور تیسرا قول تو بالکل ہی غلط ہے۔ اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ ورقۃ الطریق

دسواں لمعہ۔ نون ساکن اور مشدد کے قاعدوں میں

اور چھٹے لمعہ کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ تنوین بھی نون ساکن ہی میں داخل ہے۔ پس ان چاروں مگر ان قاعدوں میں نون ساکن کے ساتھ تنوین کا نام بھی ساتھ ہی کہہ لیا جاوے گا۔ قاعدہ نون اگر مشدد ہو تو اس میں غنہ ضروری ہے اور مثل میم مشدد کے اس کو بھی اس حالت میں حرف غنہ کہیں گے۔ ذیل لمعہ کا پہلا قاعدہ یہی ہے اور قاعدہ نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف حلقی میں سے کوئی حرف آوے تو وہاں نون کا اظہار کریں گے یعنی ناک میں آواز نہ لے جاویں گے اور غنہ

کو غنہ نون اور میم میں اس وقت بھی ہوتا ہے مگر اتنا کہ بیان اخفاء میں ہے ۱۲ ؎ سب کو خلاف قاعدہ اس لیے کہا ہے کہ تینوں حرفوں کا ایک ہی قاعدہ بنا لیا گیا ہے حالانکہ ہر ایک کا حکم الگ ہے اور بآ اور واؤ اور فا کا الگ جیسا کہ بیان کر چکا ہوں اور اس کی بات تو ظاہر ہے کہ غلط بھی اسی سے ہے ۱۲ ؎ پہلا اور تیسرا قول بالکل غلط ہے تو اس لیے اس بنا پر کہ تینوں حرفوں کا ایک ہی حکم لے کر ایک ہی قاعدہ سمجھ لیا گیا ہے اور دوسرا ہے کہ پہلے قول کا ایک حصہ یعنی با کے پہلے اخفاء ہونا صحیح ہی ہے البتہ تیسرا قول سراسر غلط اور نادرست ہے کیونکہ اس طرح پڑھنے سے نقص پیدا ہوتا ہے اور تلفظ کے وقت حرف پایا جاتا ہے جیسا کہ صفات لازمہ میں گذرا ۱۲ ؎ اس کو ضعیف اس معنی کر کے کہا گیا ہے کہ سب کا حکم ایک سمجھ لیا گیا ہے اور واؤ اور فا کے پہلے تو اظہار مطلوب اور طریقہ ہی ادا ہے اور بیان تضعیف بھی غیر محمد بھی غیر اولی ہے کیونکہ با کے پہلے ہی اخفا جائز ہے البتہ خلاف اولی ہے ۱۲

دسواں لمعہ | جیسے اِنْ اٰمَنَ اور يَنْئَوْنَ وغیرہ ۱۲ ؎ جس غنہ کی یہاں نفی کی جاتی ہے وہ ہے کہ نون ساکن غنہ والا ہے اس کی تحقیق لمعہ نمبر ۵ و ضمیمہ لمعہ میں گذری ہے سوال یا اعتراض نہ کریں ۱۲۔

بھی ظاہر کریں جیسے اَنْعَمْتَ ۔ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ وغیرہ اور اس اظہار کو لہ اظہارِ حلقی کہتے ہیں ۔ اور حروفِ حلقی چھ ہیں جو اس شعر میں جمع ہیں ۔ شعر

حرفِ حلقی چھ ہیں اے نورِ عین — ہمزہ ہا و حا و خا و عین و غین

چوتھے لمعہ میں لمعہ مذکورہ کے [illegible] دیکھ لو اور خلاصہ کا مطلب یوں لمعہ کے دوسرے قاعدہ میں پھر دیکھ لو ۔ قاعدہ ۲ ۔ نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان چھ حرفوں میں سے کوئی حرف آئے جن کا مجموعہ یَرْمَلُوْنَ ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی نون اس کے بعد والے حرف سے بدل کر ایک ہو جائیں گے جیسے مِنْ [illegible] دیکھو نون کو میم بنا کر دونوں میم کو ایک کر کے چنانچہ پڑھنے میں صرف لام آتا ہے اگرچہ لکھنے میں نون بھی باقی ہے مگر ان چھ حرفوں میں اتنا فرق ہے کہ ان میں سے چار حرفوں میں تو غنہ بھی رہتا ہے اور یہ غنہ مثل ان مشدد کے پڑھا کر پڑھا جاتا ہے ۔ اور ان چار کا مجموعہ ینمو ہے جیسے مَنْ يَّقُوْلُ ۔ يَوْمَئِذٍ يَّجْعَلُوْنَ وَعُيُوْنٍ وَّ اور اس کو ادغام ناقص کہتے ہیں ۔ اور دو حرف باقی رہے یعنی لام اور را ان میں غنہ نہیں رہتا جیسے مِنْ لَّدُنْهُ ۔ مِثَالًا اور [illegible] ہے اس میں [illegible] نہیں جاتی خالص لام کی طرح پڑھتے ہیں ۔ اور اس کو ادغام تام کہتے ہیں ۔ اور چوتھے لمعہ کے قاعدہ [illegible] میں غنہ اور ادغام کے معنی پھر دیکھ لو پھر اس ادغام کی ایک شرط ہے کہ یہ نون اور یہ حرف ایک کلمہ میں نہ ہوں ورنہ ادغام نہ کریں گے بلکہ اظہار کریں گے جیسے دُنْيَا ۔ قِنْوَانٌ ۔ صِنْوَانٌ

لہ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ اظہار حروف حلقی کی وجہ سے ہوتا ہے ۱۲ ۔ لکہ اس حصہ میں حروف حلقی کو صرف بیان کر دینا مقصود ہے ورنہ مخرج کے لحاظ سے ان حرفوں کی ترتیب اس طرح ہے ء ۔ ہ ۔ ع ۔ ح ۔ غ ۔ خ جیسا کہ مخارج کی بحث میں گزرا ۱۲ ۔ ثہ کیونکہ ادغام کی وجہ سے دونوں ایک ذات ہو جاتے ہیں اور [illegible] ادغام میں مدغم مدغم فیہ سے ملتا ہے یعنی [illegible] اس طرح [illegible] بدل جاتا ہے ۱۲ ۔ ثہ یعنی ایک لفظ کے برابر کیونکہ غنہ کی مقدار ایک الف کی ہے جیسا کہ گزرا ۱۲ ۔ ثہ یہ دونوں [illegible] کی مثالیں ہیں ۔ ان میں سے پہلی میں نون ساکن ہے اور دوسری میں تنوین [illegible] مثالیں يَّوْمَئِذٍ [illegible] مِنْ وَّالٍ [illegible] ۱۲ ۔ ثہ یعنی اس ادغام کو جو ینمو کے چار حرفوں میں ہوتا ہے ۱۲ ۔ ثہ یعنی اس کو جو لام اور را کے دو حرفوں میں ہوتا ہے ۱۲ ۔ ثہ یعنی جو حرف یرملون میں ہوتا ہے ۱۲ ۔

[illegible] قرآن پاک میں اس قاعدے کے یہی چار لفظ آئے ہیں۔ ان میں چونکہ اظہار ہوتا ہے [11]
اس کو اظہار مطلق کہتے ہیں۔ قاعدہ ۴: نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حرف باء آئے تو
اس ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر غنہ اور اخفاء کے ساتھ پڑھیں گے جیسے مِنْۢ بَعْدِ
سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ اَنۢبِئْهُمْ اور بعض قرآن مجید میں [illegible] کے اوپر چھوٹی میم
بھی لکھ دیتے ہیں۔ اس طرح مۢ بعد [illegible] اس قاعدے کو اقلاب کہتے ہیں اور اس
میم کے اخفاء کا مطلب اور ادا کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو کہ اخفاء شفوی کا تھا۔ نوٹ [12]
کا دوسرا قاعدہ پھر دیکھ لو۔ قاعدہ ۵: نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان تیرہ حرفوں کے
سوا جن کا ذکر قاعدہ ۲، ۳، ۴ میں ہو چکا ہے اور کوئی حرف آوے تو وہاں نون ساکن اور تنوین
کو اخفاء اور غنہ کے ساتھ پڑھیں گے اور وہ پندرہ حروف یہ ہیں: ت۔ ث۔ ج۔ د۔ ذ۔ ز۔ س۔
ش۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔ ف۔ ق۔ ک۔ اور الف کو اس لئے شمار نہیں کیا کہ وہ ہمیشہ ساکن
رہتا ہے [illegible] تعریف: اور اخفاء کا مطلب یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کو اس
طرح ادا کیا جائے کہ [illegible]
کہ [illegible] بلکہ دونوں کی درمیانی حالت [illegible] اس کے ساتھ ہی سرا
زبان تالو سے لگنے نہ پائے۔ [illegible] حرف کے مخرج سے [illegible] زبان
[11] یعنی نون ساکن اور حروف [illegible] کے ایک ہی کلمہ میں ہونے کی وجہ سے جو اظہار ہوتا ہے اس کو
[illegible] [12] دُنْیَا اور قِنْوَانٌ وغیرہ کے اظہار کو اظہار مطلق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اظہار
[illegible] کے اظہار کی طرح حلق کے [illegible] صفت
کے ساتھ مقید نہیں [illegible] [13] [illegible]
پڑھنے والے [illegible] [14] [illegible]
اس کا [illegible] سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ
کے اخفاء [illegible] [15] [illegible]
[16] [illegible]
[illegible] [17] [illegible]
[illegible]

کے اور بعد والی تشدید کے حرف مخرج سے غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے باقی رکھ کر ادا کیا جائے ۔ اور جب تک اخفاء کی مشق کسی ماہر استاذ سے میسر نہ ہو اُس وقت تک حرف مخفی کو غنہ کے ساتھ پڑھتا ہے کہ دونوں سننے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں جیسے مِنْ دُوْنِهٖ [illegible] مگر پھر بھی آسانی کے لیے اس اخفاء کی ایک مثال اپنی بول چال کے لفظوں میں بتلائے دیتا ہوں کہ کچھ تو سمجھ میں آجائے ۔ وہ مثالیں یہ ہیں کنواں۔ کنول۔ منہ۔ اونٹ۔ بانس۔ سینگ۔ دیکھو ان لفظوں میں نون نہ تو اپنے مخرج سے نکلا اور نہ بعد والے حرف میں ادغام ہو گیا اور اسی نون کے اخفاء کو اخفاء حقیقی کہتے ہیں ؎ دونوں کے اخفاء کو میں کا بیان

باوجود مصنف نے تشبیہ کامل کی نفی اسی لیے فرمائی تاکہ اخفاء اور ادغام ناقص کا فرق ظاہر ہو جائے کیونکہ ادغام میں تشدید ہوتی ہے اور اخفاء میں نہیں ہوتی ۱۲ ؎ یعنی اخفاء مع الغنہ اور اظہار مع الغنہ ادغامی میں صرف غنہ سے فرق ظاہر ہے اخفاء میں اتحادی ہے کیونکہ صرف غنہ کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں پس مولانا نے جو ان دونوں کو ایک دوسرے کے مشابہ فرمایا ہے تو اس سے مراد ظاہری مشابہت ہے جو غنہ کی وجہ سے ان دونوں میں پیدا ہو جاتی ہے ۔ نہ حقیقت کی رو سے تو ان دونوں میں بڑا فرق ہے کیونکہ ایک میں زبان کا سرا تالو کے ساتھ لگتا ہے اور دوسرے میں نہیں لگتا اور مطلب یہ ہے کہ جب تک اخفاء حقیقی اپنی صحیح کیفیت کے ساتھ ادا نہ ہو سکے اس وقت تک کم از کم غنہ تو ضرور ادا کیا کرے تاکہ اخفاء کے ساتھ کچھ تو مشابہت تو ہو ہی جائے ۱۲ فائدہ ۔ ادغام اور اخفاء کی حقیقت کیا ہے اس بارے میں ایک مسلک تو یہ ہے جو قدیم سے آتا ہوتا ہے یعنی یہ کہ اخفاء حقیقی میں زبان کو کوئی دخل نہیں ہوتا اور سرا زبان کا اس سے بالکل علیحدہ رہتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ جس میں دخل زبان کے اور بعد والی تشدید کے حرف مخرج سے غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے باقی رکھ کر ادا کیا جائے الخ ۱۲ ؎ اخفاء کی اکثر زبانی جو مثالیں قوسین میں دی گئی ہیں یعنی بانس سینگ وغیرہ تو یہ بھی اسی صورت میں ان کی مثالیں ہو سکتی ہیں کہ زبان کے دخل کو بالکل تسلیم نہ کیا جائے ورنہ اگر زبان کا دخل بھی تسلیم کیا جائے تو اس صورت میں یہ اخفاء کی مثالیں ہی نہیں ہو سکتیں ۔ لیکن استاذ الاساتذہ امام فن حضرت مولانا قاری عبد الرحمن صاحب الہ آبادی کی تحقیق یہ ہے کہ اخفاء میں سرا زبان کا تالو سے بہت ہی ہلکا سا لگا رہتا ہے اور نون ساکن بالکل بے تعلق نہیں رہتی ۔ چنانچہ آپ نے فوائد مکیہ کے حاشیہ میں اس پر تحقیقی کلام کیا ہے اور دلائل بیان فرمائے ہیں جنہیں کے لائق اور مفصل تحقیقی کلام رسالہ بحث اخفاء و اقتباسات فی ترتیل القرآن میں ملاحظہ کی جائے گی یہ ضروری تفصیلات کے لیے آپ کی کتابیں ۱۲

قاعدہ نمبر ۱ میں ہوچکا ہے اظہار حقیقی کہتے ہیں۔ اور جس کا بیان قاعدہ نمبر ۲ میں ہوچکا ہے اظہار مطلق کہتے ہیں جس طرح میم کے ادغام و اظہار کو شفوی کہتے ہیں۔ جس کا بیان تیرہویں لمعہ قاعدہ ۲ میں کر دیا ہے۔

گیارھواں لمعہ الف اور واؤ اور یا کے قاعدوں میں

جبکہ یہ ساکن ہوں اور الف سے پہلے والے حرف پر زبر ہو اور واؤ ساکن سے پہلے پیش ہو۔ اور یا ساکن سے پہلے زیر ہو اور اس حالت میں ان کا نام مدہ ہے۔ دیکھو لمعہ ۲ قاعدہ ۲ اور کھڑا زبر اور کھڑی زیر اور الٹا پیش بھی حرف مدہ میں داخل ہیں۔ کیونکہ کھڑا زبر الف کا کام دیتا ہے اور کھڑی زیر یائے مدہ کی اور الٹا پیش واؤ مدہ کی۔ اب ان قواعد کے بیان میں ہم فقط لفظ مدہ لکھیں گے جو ان تینوں کا نام ہوگا۔ قاعدہ نمبر ۱ اگر حرف مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور یہ حرف مدہ اور ہمزہ دونوں ایک کلمہ میں ہوں تو وہاں اس مدہ کو بڑھا کر پڑھیں گے اور اس بڑھا کر پڑھنے کو مد کہتے ہیں جیسے جَآءَ سُوْٓءَ سِیْٓئَتْ اور اس کا نام مد متصل ہے اور اس کو مد واجب بھی کہتے ہیں اور مقدار اس کی تین یا چار الف ہے اور الف کا اندازہ کرنے کا طریقہ دوسرے لمعہ کے قاعدہ ۲ کے فائدہ میں لکھا گیا ہے۔ پس اس طریقہ کے موافق تین یا چار انگلیوں کو آہستہ آہستہ بند کر لینے سے یہ اندازہ حاصل ہو جائے گا مگر یہ مقدار ان قواعد کے علاوہ ہے جو

حواشی لمعہ یازدہم ۱ سلہ آدمی کے حروف زبر سے نام ۔ ثم ۔ چھ اور نون ان چار حرفوں کے قاعدے اور پوری تقسیم چار فصلوں میں بیان ہو چکے ہیں۔ اور اب اس آدمی کے چار حرف باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں سے ہمزہ کے قاعدے تو بارھویں لمعہ میں آئیں گے اور باقی تین حروف یعنی الف، واؤ اور یا کے قاعدے اس گیارھویں لمعہ میں بیان کئے جاتے ہیں۔ خوب سمجھنا چاہیے کہ الف تو ہمیشہ مدہ ہی ہوتا ہے اور واؤ اور یا کی تین حالتیں ہیں۔ مدہ۔ لین اور متحرک۔ جب واؤ اور یا متحرک ہوتے ہیں تو اس وقت یہ صفات سے خالی ہوتے ہیں۔ لہذا اس لمعہ میں صرف حرف مدہ اور حروف لین ہی کے متعلق قاعدے بیان ہوں گے ۱۲

۲ کھڑے زبر کی مثال اَ و کھڑی زیر کی مثال بِہٖ اور الٹے پیش کی مثال لَہٗ ہو سکتی ہے ۱۲ ۳ کیونکہ حروف مدہ اور یہ حرکتیں تلفظ میں دونوں یکساں ہیں جیسا کہ حاشیہ ۳ لمعہ ۲ سے ظاہر ہے

۴ یعنی حرف مدہ کو اس کی اصلی مقدار سے زیادہ کھینچ کر یعنی اصلی مقدار کے برابر کھینچنا تو اس وقت بھی واجب ہے جبکہ ان کے بعد ہمزہ وغیرہ نہ ہو ورنہ حرف مدہ سے حذف ہی ہو جائیں گے اور یہ بہت بھاری غلطی ہے۔

حرفِ مدہ کی اصلی مقدار ہے مثلاً جاؤ میں اگر مد نہ ہوتا تو آخر الف کی ہی تو کچھ مقدار ہے سو اس مقدار کے علاوہ مدِ عارض کی مقدار ہوگی۔ وقفاً علیٰ جاؤ) اگر حرفِ مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور حرفِ مدہ اور وہ ہمزہ ایک کلمہ میں نہیں بلکہ ایک کلمہ کے اخیر میں حرفِ مدہ ہو اور دوسرے کلمہ کے شروع میں ہمزہ موجود ہو تو اس مدہ کو کھینچ کر یعنی مد کے ساتھ پڑھیں گے جیسے اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مگر یہ مد اس وقت ہوگا جب دونوں کلموں کو ملا کر پڑھیں اور اگر کسی وجہ سے پہلے کلمہ پر وقف کر دیا تو پھر یہ مد نہ ہوگا اور اس مد کو مدِ منفصل اور مدِ جائز بھی کہتے ہیں۔ اور اس کی مقدار بھی تین یا چار الف ہے جیسے متصل کی تھی۔ اور اگر دونوں کی الگ الگ کسی کو پہچان نہ ہو تو فکر نہ کریں کیونکہ دونوں ایک ہی طرح پڑھے جاتے ہیں ۱۲۔

کیونکہ اس سے قرآن کا ایک حرف کم ہو جاتا ہے ۱۲ ؎ یعنی جس کی تعریف ابھی گزری کہ حرفِ مدہ کے بعد ہمزہ اسی کلمہ میں ہو ۱۲ ؎ اس مد کو متصل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ہمزہ اور حرفِ مدہ دونوں ایک ہی کلمہ میں مل کر متصل ہوتے ہیں اور واجب اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ تمام روایتوں اور تمام قراءتوں میں کیا جاتا ہے کسی روایت اور کسی قراءت میں اس کا ترک جائز نہیں یعنی واجب یعنی ضروری ہے ۱۲ ؎ اس سے یہ نکلتا ہے کہ مدِ متصل کی پوری مقدار چار یا پانچ الف ہے کیونکہ اوپر بیان ہو چکا کہ اس کی مقدار تین یا چار الف ہے اور یہاں فرمایا ہے کہ یہ مقدار مدہ کی اصلی مقدار کے علاوہ ہے جس کا مطلب یہی ہوا کہ مدہ کی اصلی مقدار سمیت مدِ متصل کی مقدار چار یا پانچ الف ہے لیکن یہ ایک ہی خیال ہے اس لیے کہ دوسرے محققین نے مدِ متصل کی مقدار مع طبعی کے زیادہ سے زیادہ چار الف بتائی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ صاحبِ تیسیر التجوید میں فرماتے ہیں مدِ متصل اور منفصل میں توسط بہتر ہے یعنی ڈھائی الف کے برابر کھینچا جاتا ہے اور تین الف کے برابر کھینچنا بھی جائز ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ مقدار مذکور اصلی کے علاوہ ہے یعنی ایک الف مدِ اصلی کی مقدار اور توسط کی مقدار ملا کر کل تین یا چار الف تک کھینچنا چاہیے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ متصل کی نقل میں کئی قول ہیں۔ دو الف ڈھائی الف چار الف الخ تو اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ متصل کی مقدار مع طبعی کے چار الف سے زیادہ نہیں کیونکہ اگر مصنف فوائد مکیہ کے نزدیک یہ مقدار مدِ اصلی کے علاوہ ہوتی تو آگے ان کی تصریح ضرور ہوتی۔ اسی لیے پانچ الف طول کی حد کی مقدار ہے اور مدِ متصل میں متوسط ہوتا ہے یہ خیال بھی تیرہ ہے کہ مدِ متصل اور منفصل کو چار الف سے زیادہ نہ کھینچا جائے ۱۲ منہ ؎ اس لیے کہ اس صورت میں ہمزہ حرفِ مد سے جدا ہو جاتا ہے اور یہ مد ہمزہ ہی کی وجہ سے ہوتا ہے ۱۲ ؎ اس لیے کہ اس میں

قاعدہ ۷:- اگر ایک کلمہ میں حرف مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی ہو یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سکون نہ ہوا ہو جیسے آلْئٰنَ۔ اس میں اوّل حرف ہمزہ ہے دوسرا حرف الف ہے اور وہ مدہ ہے اور تیسرا حرف لام ساکن ہے اور اس کا ساکن ہونا ظاہر ہے کہ وقف کے سبب نہیں ہے چنانچہ اس پر وقف نہ کریں تب بھی ساکن ہی پڑھیں گے۔ تو ایسے مدہ پر بھی مد ہوتا ہے اور اس کا نام مد لازم ہے اور اس کی مقدار تین الف ہے اور ایسے مد کو کلمی مخفف کہتے ہیں۔ قاعدہ ۸: اگر ایک کلمہ میں حرف مدہ کے بعد کوئی حرف مشدد ہو جیسے ضَآلِّیْنَ اس میں الف تو مدہ ہے اور اس کے بعد لام پر تشدید ہے۔ ایسے مدہ پر بھی مد ہوتا ہے اور اس کا نام بھی مد لازم ہے اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے اور ایسے مد کو کلمی مثقل کہتے ہیں۔ قاعدہ ۹: بعض سورتوں کے اوّل میں جو بعضے حروف الگ الگ پڑھے جاتے ہیں جیسے سورۂ بقرہ کے شروع میں الٓمّٓ الف لام میم ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ ان میں ایک تو خود الف ہے اس کے متعلق تو یہاں کوئی قاعدہ نہیں۔ اور اس کے سوا جو اور حروف مقطعات ہیں وہ دو طرح کے ہیں ایک تو وہ جن میں تین حرف ہیں۔

جو حرف مدہ سے اس معنی کرکے جدا ہوتا ہے کہ حرف مدہ ایک کلمہ کے آخر میں ہوتا ہے اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں۔ اور جائز اس لیے کہتے ہیں کہ مد واجب کی طرح اس پر مد ہر روایت میں نہیں کیا جاتا بلکہ بعض میں کیا جاتا ہے اور بعض میں نہیں کیا جاتا۔ اور دونوں میں یہ بھی ہے کہ پر وقف کرنے کی صورت میں یہ گر جاتا ہے جیسا کہ آگے بھی ہے ۱۲

۴ ایسے کی طرف سے تو ایسی ہو سکتی ہے کہ دونوں کی مقدار بھی ایک ہی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ واجب جب تو سب میں ایک ہی طرح کی ترتیب ہے دونوں کی اور نئے آنے والے بھی۔ پس یہاں ہر طرح ترتیب سمجھنا چاہیے۔ واللہ اعلم ۱۲۔ ۵ اس لیے کہ یہ سکون لازم یعنی سکون اصلی کی وجہ سے ہوتا ہے جیسا کہ تعریف و مثال سے ظاہر ہے ۱۲۔ ۶ یعنی جس کلمہ میں حرف مدہ کے بعد سکون لازم مخفف ہو جس کی مثال اوپر بیان ہو چکی ہے اور یہ مد لازم کی ایک قسم ہے اور تین قسمیں اس کی اور ہیں۔ ان کی تعریف و مثالیں آگے متن میں آتی ہیں۔ اور مطلق مد لازم کی تعریف اس طرح یاد رکھنی چاہیے کہ حرف مد کے بعد اگر سکون لازم ہو یعنی وقف و وصل دونوں حالتوں میں ثابت رہے تو اس پر مد کرنا لازم ہے۔ چنانچہ اس کی چاروں قسموں میں یہ بات پائی جاتی ہے ۱۲

۷ کیونکہ اس میں حرف مدہ کے بعد الگ حرف کی وجہ سے بوجھ پیدا ہوتا ہے۔ تشدید سے پڑھا جاتا ہے اور مثقل و ثقیل دونوں کا مطلب ایک ہی ہے ۱۲۔ ۸ یہ کہ مقطعات کے معنی ہیں کاٹے ہوئے کٹے ہوئے اور الگ الگ پڑھے جانے والے حروف ۱۲۔ ۹ کیونکہ اس میں سرے سے حرف مدہ ہی نہیں ہے اور اسی لیے حرف مدہ کے متعلق قاعدہ

جیسے لام۔ میم۔ قاف۔ نون۔ اور ایک وہ جن میں دو حرف ہیں جیسے طا۔ سیٰن میں دو حرف ہیں ان کے متعلق یہاں بیان کرنا ضروری نہیں۱؎ جن میں تین حروف ہیں ان میں مد ہوتا ہے اس کو بھی مد لازم کہتے ہیں اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے اور ایسے مد کو مد حرفی۲؎ کہتے ہیں۔ پھر ان میں سے جن حروف مقطعہ کے آخیر حرف پر پڑھنے کے وقت تشدید ہے اُن کے مد کو مد حرفی مثقل کہتے ہیں۔ جیسے الٓمّٓ میں لام کو جب میم کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس کے آخیر میں تشدید۳؎ ہوجاتی ہے اور جن میں تشدید نہیں ہے ان کے مد کو مد حرفی مخفف۴؎ کہتے ہیں جیسے الٓمٓ میں میم کے آخیر میں تشدید نہیں ہے۔ **تنبیہ ۱:** یہ حروف مقطعات میں جن میں مد پڑھنا بتلایا گیا ہے اکثر۵؎ میں تو بیچ کا حرف مدہ ہی ہے جس کے بعد کہیں تو حرف ساکن ہے جیسے میم میں ی مدہ ہے اور اس کے بعد میم ساکن ہے۔ اور کہیں حرف مشدد ہے جیسے لام میں الف مدہ ہے اور اس کے بعد میم مشدد ہے۔ سو مد ایسے موقعوں میں ہمیشہ تاکید ہوتا ہے تو ان میں مد ہونا عام قاعدہ۶؎ کے موافق ہے البتہ عین حرف مقطعات میں بیچ کا حرف مدہ نہیں ہے۔ جیسے کٓھٰیٰعٓصٓ میں عین ہے وہاں مد ہونا اس عام قاعدہ کے موافق نہیں ہے اور اسی واسطے اگر مد نہ کریں تب بھی درست

بیان ہوتے ہیں ۱۲ ؎۱ کیونکہ ان میں اگرچہ حرف مد تو ہے مگر سبب یعنی ہمزہ یا سکون نہیں ہے۔ مد لازم سکون ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہاں قاعدہ سے مراد مد لازم کا قاعدہ ہے اس لیے کہ کلمہ کی ایک ہی قسم ہے [illegible] اس وجہ سے مقطعات میں بھی ہوتا ہے۔ [illegible] ۱۲ ؎۲ اس کو مد حرفی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حروف مقطعات میں ہوتا ہے اور یہ مقابل ہے مد کلمی کا جس کا ذکر قاعدہ گذشتہ میں آچکا ہے [illegible] ۱۲ حروف مقطعات میں ہو تو یہ مد لازم حرفی ہے گا اور اگر کسی دوسرے کلمہ میں ہے جس کی دو مثالیں [illegible] کے شروع میں لفظ ہیں یعنی آٰلْـٰٔنَ اور دوسرے آٰلذّٰکَرَیْنِ تو اس کو مد لازم کلمی کہیں گے پس حرفی اور کلمی سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں مثقل اور مخفف یہ کل چار قسمیں ہوئیں جن میں سے تین کا بیان ہو چکا ہے اور چوتھی قسم [illegible] ذکر کرتے ہیں۔ ۱۲ ؎۳ کیونکہ اس صورت میں دونوں میم مل کر ایک مشدد کی طرح ہو جاتے ہیں ۱۲ ؎۴ مخفف کے لغوی معنی ہیں ہلکا کیا ہوا اور یہ مقابل ہے مثقل کا ۱۲ ؎۵ یعنی اکثر کے اعتبار سے ایسا ہی ہے یعنی جن حروف مقطعات میں مد ہوتا ہے جن کا مجموعہ نقص عسلکم ہے ان میں سے سات میں تو بیچ کا حرف مدہ ہے [illegible] یعنی لفظ [illegible] بیچ کا حرف یا ہے واو ہے خوب سمجھ لو ۱۲ ؎۶ یعنی مد لازم کے عام قاعدہ کی رو سے کیونکہ وہ یہی ہے کہ حرف مد کے بعد سکون لازم ہونا چاہیے [illegible] مد لازم کی شرط حرف مد کے بعد کا

ہے لیکن افضل یہی ہے کہ مد کریں اور اس کو مد لازم ہی کہتے ہیں تنبیہ مثلاً جو حروف مقطعات آخر میں ہیں یہاں پر مد اس وقت ہے جب اس پر وقف کریں اور اگر مابعد سے ملا کر پڑھیں تو پھر مد کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ جیسے سورۂ آل عمران میں الٓمّٓ کے میم کو اگر اللہ سے ملا کر پڑھیں تو مد کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہے۔ (قاعدہ ۵۹) اگر حرف مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی نہ ہو بلکہ اس پر وقف کرنے کے سبب ساکن ہو گیا ہو اور یہ ساکن متصل ہے اس ساکن کا جو قاعدہ ۵۳ کے شروع میں مذکور ہوا ہے تو اس مدہ پر مد کرنا جائز ہے اور نہ کرنا بھی درست ہے لیکن کرنا بہتر ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر اور اس کو مد وقفی و مد عارض بھی کہتے ہیں اور یہ مد تین الف کے برابر ہے اور اس کو طول کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ دو الف کے برابر مد کریں اور اس کو توسط کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ بالکل مد نہ کریں صرف ایک ہی الف کے برابر پڑھیں کہ اس سے کم میں حرف ہی نہ رہے گا۔ آگے تنبیہ سوم دیکھو اس کو قصر کہتے ہیں اور اس میں

لازم پڑھیں جیسا گزرا ۱۲ ۱؎ کیونکہ مد لازم کا نام تو اس وجہ سے ہے کہ سکون لازم حرف مدہ کے بعد ہو اور یہاں حرف لین کے بعد ہے خوب سمجھ لو ۱۲ ۲؎ کیونکہ این میں ی کا حرف حرف لین ہے مدہ نہیں ۱۲ ۳؎ اس قاعدہ کو عام نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ یہ سورۂ آل عمران ہی کے شروع کے ساتھ خاص ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو مابعد سے ملا کر پڑھنے کی صورت میں میم پر التقاء ساکنین یعنی غیر مدہ کی وجہ سے عارضی طور پر حرکت آجاتی ہے۔ اس کے سوا کسی اور سورہ کے شروع میں یہ صورت پیش نہیں آتی چنانچہ ہر جگہ جہاں ایسے حروف مقطعات ہیں وصل و وقف دونوں حالتوں میں مد ہی ہوگا خوب سمجھ لو ۱۲ ۴؎ کیونکہ وہ سکون اصلی تھا اور یہ سکون عارضی ہے ۱۲ ۵؎ چنانچہ اس کا فرق صرف یہ ہے کہ وقف میں ساکن پڑھا جاتا ہے اور وصل کی حالت میں متحرک پڑھا جاتا ہے۔ پس ایسا سکون جو وقف کی وجہ سے ہو سکون عارضی کہلاتا ہے مثلاً الرَّحِیْمِ۔ تَعْلَمُوْنَ۔ اور نَسْتَعِیْنُ باتِ بھی اسی کی مثالیں ہیں ۱۲ ۶؎ وجہ ظاہر ہے کیونکہ مدہ اس سکون کی وجہ سے ہوتا ہے جو وقف کی وجہ سے عارضی ہوتا ہے اور وقف کرنے کی وجہ بھی اسی سے معلوم ہوگی ۱۲ ۷؎ یعنی یہ فرعی بالکل مد نہ کریں۔ اور یہاں بالکل مد نہ کرنے سے یہی مراد ہے کیونکہ مد اصلی جس کی مقدار ایک الف ہے وہ تو ہر حال میں ضروری ہے کہ جیسے ادنیٰ کے واسطے بغیر اس کے تو حرف کی ذات ہی باقی نہیں رہتی ہے اور قصر بھی اسی کو کہتے ہیں کہ صرف مد اصلی ہی کی جائے اور فرعی بالکل نہ کی جائے اور متن میں تنبیہ سوم کا حوالہ دیا گیا ہے تو وہ بھی اسی لیے کہ اس میں اصلی اور فرعی کا فرق لکھا گیا ہے ۱۲ ۸؎ پس عارضی وقفی میں تین وجہیں ہوئیں۔ طول۔ توسط۔ قصر اور اب آگے

افضل طول ہے پھر توسط پھر قصر اور یہ بھی یاد رکھو کہ ان تینوں میں سے جو طریقہ اختیار کرو ختم تلاوت تک اسی کے موافق کرتے چلے جاؤ ایسا نہ کرو کہ کہیں طول کہیں قصر کہ یہ بدمذاقی ہے اور یہ بھی مد کی ایک قسم ہے اور جہاں خود مدہ پر وقف ہو وہاں یہ مد نہیں ہوتا جیسے بشرٰی لِرَبِّ مَغْضُوْبٌ اشْكُرُوْا پر وقف کرکے مد کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ (تنبیہ ۸) مد عارض جس طرح مدہ پر جائز ہے اسی طرح لین پر بھی جائز ہے یعنی واؤ یا ی ساکن جس سے پہلے زبر ہو اور یا آرہا ہے جس سے پہلے زبر ہو (دیکھو قاعدہ ۵ نمبر ۸) جیسے وَالصَّیْفِ پر یا مِنْ خَوْفٍ پر وقف کریں اور جس طرح طول جائز ہے اسی طرح توسط اور قصر بھی مگر اس میں افضل قصر ہے پھر توسط اور پھر طول اور اس مد کو مد عارض لین کہتے ہیں۔ (تنبیہ ۹) حروف لین کے متعلق ایک قاعدہ مقدمہ کے قاعدہ ۸ تنبیہ ۸ میں بھی گذرا ہے۔ دیکھ لو کیونکہ وہاں حروف مقطعات سے عین ہے جس میں لین کی یا حرف لین ہے۔ (تنبیہ ۱۰) یہاں تک جتنی قسمیں مد کی مذکور ہوئیں یہ سب مد فرعی کہلاتی ہیں۔ یعنی چونکہ اصل حرف سے زائد ہیں۔ اور ایک مد اصلی ہے

ان کے مراتب بیان کرتے ہیں ۱۲ ۲۰؎ یعنی مد عارض وقفی جس کا بیان ابھی ہوا ہے کیونکہ اس میں بھی مد کرنا اور نہ کرنا دونوں وجہیں جائز ہیں جیسا کہ ابھی گذرا ۱۲ ۲۱؎ کیونکہ مد عارض کے لئے حرف مد کے بعد سکون عارض کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ اس کی تعریف میں بیان ہوا اور شکل اول میں یہ سکون نہیں ہے بلکہ حرف اصلی ہی بنا ہی ہوگا ۱۲ ۲۲؎ کیونکہ حرف لین کو حرف مد کے ساتھ ایک طرح کی مشابہت ہے کہ دونوں ساکن ہوتے ہیں ۱۲ ۲۳؎ پس اس لئے مد عارض وقفی کا الٹ ہوا کیونکہ اس میں طول افضل تھا پھر توسط اور پھر قصر اور اس میں افضل قصر ہے پھر توسط اور پھر طول کا مرتبہ ہے اور یہی لازم ہے کہ عارض لین بھی وقفی کی نسبت ہے اور اس میں بھی پہلا مرتبہ طول کا ہے مگر یہ خیال رہے کہ لین عارض اور لین لازم کے قصر کی مقدار حرف کی کے قصر سے کچھ زیادہ ایک الف کے برابر نہیں ۱۲ ۲۴؎ مگر فرق اتنا ہے کہ اس کا مد لازم ہے اور وَالصَّیْفِ وغیرہ کا یعنی عارض کیونکہ ان میں سکون لازم کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ سکون عارض کی وجہ سے ۱۲ ۲۵؎ کیونکہ مد فرعی کی تعریف یہ ہے کہ حرف مد کے بعد سکون یا تشدید یا ہمزہ ہو۔ چنانچہ اوپر مد کی تمام قسموں میں حرف مد کے بعد ان میں سے ایک نہ ایک چیز ضرور پائی جاتی تھی۔ اور اس کے مقابلہ میں مد کی ایک قسم اور ہے جس کو مد اصلی کہتے ہیں اور مد اصلی کی تعریف یہ ہے کہ حرف مد کے بعد نہ ہمزہ ہو نہ سکون اور نہ تشدید اور قسموں میں مد فرعی اور مد اصلی کی تعریف نہیں بتائی گئی صرف ان کی تفصیل بیان کیا گیا ہے ۱۲

اور اس کو زائی اور طبعی بھی کہتے ہیں۔ یعنی الف اور واؤ اور یاء کی اتنی مقدار کہ اگر اس سے کم پڑھیں تو خود حرف ہی نہ رہے بلکہ زبر یا پیش یا زیر رہ جائے اور اس کے متعلق کوئی قاعدہ نہیں ہے قاعدہ مد کا جیسے قاعدہ حرف مدہ میں سے حرف الف کے متعلق ہے۔ اور یہ کہ الف خود باریک پڑھا جاتا ہے لیکن اس سے پہلے اگر کوئی حرف پُر یعنی یا تو حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہو جن کا بیان لمعہ ۳ صفت ۵ میں گزر چکا ہے۔ یا حرف را ہو جو کہ مفتوح یا مضموم ہونے سے پُر ہو جاوے گی یا پُر لام ہو جیسے لفظ اللہ کا لام ہے جبکہ اس سے پہلے زبر یا پیش ہو تو ان صورتوں میں الف کو بھی پُر پڑھیں گے اور جاننا چاہیے کہ ان حرفوں کے پُر پڑھنے میں بھی تفاوت ہے زیادہ وہی تفاوت اس الف کے پُر پڑھنے میں بھی ہوگا جو ان حرفوں کے بعد آیا ہے۔ سو سب سے زیادہ پُر تو اسم اللہ کا لام ہے۔ اس کے بعد طا اس کے بعد ض اور ظ ان کے بعد صاد اس کے بعد قاف اس کے بعد غین اور خا اور ان کے بعد را ہے ۱۲ حقیقۃ التجوید

ف۲۲ یہ دونوں بھی مد اصلی کے نام ہیں۔ زائی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس مد کے بغیر حرف کی ذات ہی نہیں پائی جاتی اور طبعی اس لیے کہتے ہیں کہ صاحب طبع سلیمہ کو اتنا کھینچنا طبیعت سلیم کا تقاضا ہے ۱۲ منہ ف۲۳ جیسا کہ قال وقیل اور قولوا میں ہے مطلب یہ ہے کہ اگر اتنا یعنی ایک الف کے برابر بھی نہ کھینچا جائے تو فرق یہ ہے کہ اس صورت میں یہ حروف مدہ زائل ہو جائیں گے بلکہ صرف حرکتیں ہی رہ جائیں گی خوب سمجھ لو ۱۲ منہ ف۲۴ یعنی مد فرعی کا کوئی قاعدہ اور قانون ہے کہ مد اصلی کا قاعدہ تو اس صورت میں بھی پایا جاتا ہے ۱۲ ف۲۵ مگر اس قاعدے کے پڑھتے وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ قاعدہ مد سے متعلق نہیں بلکہ الف کے پُر اور باریک پڑھنے کے بیان میں ہے کیونکہ حروف مدہ میں سے کچھ حروف ایسے بھی ہیں جو بعض حالتوں میں پُر پڑھے جاتے ہیں اور بعض حالتوں میں باریک۔ اور وہ یہی لام را۔ الف جیسی لام اسم اللہ کے پُر اور باریک پڑھنے کے قاعدے تو دوسرے لمعوں میں بیان ہو چکے ہیں اور الف کا قاعدہ یہاں بیان فرماتے ہیں ۱۲ ف۲۶ مؤلف کا الف کو خود یعنی اپنی ذات میں باریک فرمانا اس بنا پر ہے کہ یہ حروف مستعلیہ سے نہیں ہے اور چونکہ مدہ متعلقہ میں مستقل نہیں ہے اس لیے تفخیم اور ترقیق میں بھی مستقل نہیں بلکہ حرف ماقبل ہی کے تابع ہے ۱۲ ف۲۷ یعنی خواہ یہ جملہ سات حروف مستعلیہ ہوں یا ایک را ان ساتوں حرفوں کے بعد تو الف ہمیشہ پُر ہوگا اور لام میں یہ تفصیل ہے کہ اگر لفظ اللہ کا لام ہے اور اس سے پہلے زبر یا پیش ہے تو ایسے لام کے بعد بھی الف پُر ہوگا اور اگر لفظ اللہ کے لام سے پہلے زیر ہے تو الف باریک ہوگا جیسے بِسْمِ اللّٰہِ یا بِاللّٰہِ وغیرہ اور باقی ان سب حرفوں کے علاوہ ایسے ہی اس لام کے بعد بھی جو لفظ

بارھواں لمعہ ہمزہ کے قاعدوں میں

اس کے بعضے قاعدے تو بدون عربی پڑھے سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اس لیے صرف دو موقع[1] کے قاعدے سمجھ لینا چاہئیں کہ سب قرآن مجید پڑھنے والوں کو ان کی ضرورت لگتی ہے۔ (قاعدہ ۱) چوبیسویں پارے کے ختم کے قریب ایک آیت میں یہ آیا ہے ءَاَعْجَمِیٌّ سو اس کا دوسرا ہمزہ ذرا نرم کرکے پڑھو اس کو تسہیل کہتے ہیں۔ (قاعدہ ۲) سورۂ حجرات کے دوسرے رکوع میں یہ آیا ہے بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ سو اس کو اس طرح پڑھو کہ بِئْسَ کے سین پر زبر پڑھو اور اس کو بعد کے کسی حرف سے نہ ملاؤ، پھر لام کو جو اس کے بعد لکھا ہے اس کو زیر دے کر لام کے بعد کے سین سے ملادو، پھر میم کو اگلے لام سے ملادو، غرض صورت یہ ہو جاوے [illegible] آگے پیچھے ہو

[illegible] ہوگا۔ ؎ یہی دو مرتبہ کے بعد مت واقع ہوگا تو کیونکہ جزم کی ایک حرف کے تقاضے سے ہوگی۔ [illegible] زیادہ تر ہم [illegible] کے لام کے بعد وقف میں ہوگی ورنہ [illegible] لفظ میں۔ مشار کو چاہیے کہ ادا کرکے بتادے تاکہ فرق معلوم ہوجائے ورنہ تلاوت کے معنی فرق ہو جاتا ہے۔

حواشی لمعہ دوازدہم | ؎ اس لیے کہ ہمزہ کے قاعدوں کو پوری طرح سمجھنے کے لیے ہمزہ کے [illegible] جاننے ضروری ہیں یعنی یہ کہ ہمزہ [illegible] کو کس طرح ادا کیا جاتا ہے [illegible] وغیرہ وغیرہ یہ چیزیں کتب علم تجوید میں بیان کی جاتی ہیں۔ ۱۲ ؎ ان دو قاعدوں کے جاننے کی سب پڑھنے والوں کو اس لیے ضرورت ہے کہ ان دو مقاموں میں بالعموم قاعدے کے موافق یاد نہیں ہوتا بخلاف دوسرے موقعوں کے کہ ان میں [illegible] قاعدہ کے موافق ہی [illegible] یہاں ان کا قاعدہ [illegible] لکھی [illegible] ؎ [illegible] طرح [illegible] [illegible] تو [illegible] کا [illegible] [illegible] کی زبان سے سننے سے ہی معلوم ہو سکتی ہے ۱۲۔

؎ یہی اس طرح پڑھنے کی [illegible] بیان ہوچکی ہے۔ [illegible] نہیں سکتے ہیں [illegible] کے سوا [illegible] بھی ہے۔ لیکن [illegible] نہیں ہے [illegible] ہے [illegible] استادوں کو [illegible] بھی [illegible] ہے۔ [illegible] نہیں فرمایا ہے ۱۲۔

در ہمزہ بشکل الف لکھے ہیں ان کو بالکل مت پڑھو۔

تیرھواں لمعہ۔ وقف[1] کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں

اصل فن تجوید تو مخارج اور صفات کی بحث ہے جو بفضلہ تعالیٰ بقدر ضرورت اوپر لکھی گئی باقی اور تین علم اس فن کی تکمیل ہیں۔ علم اوقاف۔ علم قراءت۔ علم رسم الخط۔ چنانچہ علم اوقاف کی

ف ولن نرید کریں اور الفرق کے شروع میں جو ہمزہ بشکل الف لکھا ہوا ہے اس کو بھی نہ پڑھیں گو نہ پڑھنا واجب ہی کیونکہ لام سے مل سکتا ہے مگر ملانے کی غلطی پر ہدایت کی گئی ہے ۱۲۔

حواشی لمعہ سیزدہم | [1] جس طرح قرآن شریف کو تجوید کے ساتھ یعنی صحیح پڑھنا ضروری ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جب قاری کو پڑھتے پڑھتے کسی جگہ ٹھہرنے کی ضرورت پیش آئے تو اسی طریقے کے موافق ٹھہرے جس طریقے سے عرب ٹھہرتے ہیں اور ایسی جگہوں پر ٹھہرے جہاں ٹھہرنے سے نہ معنی کا نقصان اور خلل معنی کی حالت متغیر ہو۔ غرض ٹھہرنے کے انہی قاعدوں کو جن میں ٹھہرنے کی کیفیت اور ٹھہرنے کی جگہوں کو بیان کیا جاتا ہے۔ قاریوں کی اصطلاح میں علم اوقاف یا وقف کے قاعدے کہتے ہیں۔ وقف کے یہ قاعدے اور اس کا پورا بیان تو رسالہ وقف کی کتابوں میں ہوتا ہے مگر اس کے نہایت ضروری موٹے موٹے مسائل تجوید کی کتابوں میں بیان کیے جاتے ہیں ۱۲ [2] کیونکہ علم تجوید کے ذریعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں حرف کو کس طرح ادا کرنا چاہیے اور فلاں کو کس طرح۔ اور علم اوقاف میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کہاں ٹھہرنا چاہیے اور کہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ اور کس کلمہ پر کس طرح ٹھہرنا چاہیے اور کس پر کس طرح اور علم رسم الخط کا جاننا اس لیے ضروری ہے کہ بعض کلمے ایسے ہیں کہ لکھے اور طرح سے جاتے ہیں اور پڑھے دوسری طرح جاتے ہیں۔ اور علم قراءت میں یہ چیز بیان کی جاتی ہے کہ قرآن کے کلمات کو رسول اللہ نے کس کس طرح پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اور یہ تینوں علم ایک دوسرے سے متعلق ہیں کیونکہ ان میں قرآن کے لفظوں سے بحث کی جاتی ہے۔ مگر چونکہ یہ رسالہ نہایت مختصر اور بالکل مبتدیوں کے لیے ہے اس لیے اس میں علم قراءت کے بیان کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اور علم رسم کے متعلق جس قدر نہایت ضروری تھا اس کا بیان اجمالاً چودھویں لمعہ میں آگیا ہے اور علم وقف کے متعلق بھی زیادہ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں تھی۔ اس لیے مؤلف نے بہت ہی مختصر طور پر نہایت ضروری اور موٹی موٹی چند باتیں فرمادی ہیں کہ طالبعلم جب قرآن کو یاد کریں تو بہت سی غلطیوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

ایک بات وقف کرنے کے قواعد میں [illegible] اگر کوئی شخص کسی کلمہ پر بھی وقف کرنا چاہے تو کسی لفظ پر وقف کرے جہاں قرآن میں نشان [illegible] ہوا ہے [illegible] سے۔ البتہ اگر کہیں سانس ٹوٹ جائے تو مجبوری ہے۔ [illegible] اگر کسی نے لمبا [illegible] ہے تو [illegible] اس سے [illegible] پڑھے۔ [illegible] اسی لفظ سے پڑھ [illegible] دوبارہ [illegible] معنی کے [illegible] سے [illegible] وقت [illegible] مرحلے میں کسی [illegible] کے وقت [illegible] ایک اور بات کا خیال رکھ [illegible] وقف کرے [illegible] پڑھنے [illegible] وقف کرنا حرکت پر غلط ہے جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا سانس سورۂ بقرہ کے شروع میں [illegible] وقت [illegible] کر دیا [illegible] کے ساتھ وقف [illegible]

[illegible]

[illegible] لگا [illegible] ۔

ذکر ہیں۔ اسی طرح بے سانس توڑے وقف نہیں ہوتا جیسا کہ بعض لوگ آیت کے ختم پر سانس تو ٹھہرتے ہیں مگر بے سانس توڑے دوسری آیت شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بھی بے قاعدہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ایسی مجبوری میں جو کسی کلمہ پر وقف کرو تو وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے۔ اسی کے موافق وقف کرو۔ اگرچہ وہ دوسری طرح پڑھا جاتا ہو پڑھنے کے موافق وقف نہ کرو۔ مثلاً اَنَا میں جو الف نون کے بعد ہے وہ ویسے تو پڑھنے میں نہیں آتا لیکن اگر اس کلمہ پر وقف ہو جائے تو پھر اس الف کو بھی پڑھیں گے۔ اور پھر جب اس کلمہ کو ملا دیں گے تو اس وقت چونکہ مابعد سے ملا کر پڑھیں گے اس سبب سے یہ الف نہ پڑھا جائے گا۔ ان باتوں کو خوب سمجھ لو اور یاد رکھو۔ اس میں بڑے بڑے حافظ غلطی کرتے ہیں۔ (تنبیہ) قاعدہ مذکورہ کے آخر میں جو لکھا گیا ہے کہ وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اس کے موافق وقف کرو اس قاعدے سے یہ الفاظ مستثنیٰ[2] ہیں۔ اَوْ یَعْفُوَا سورۂ بقرہ کے اکتیسویں رکوع میں اور اَنْ تَبُوْٓاَ سورۂ مائدہ کے پانچویں رکوع میں اور لِتَتْلُوَا: سورۂ رعد کے چوتھے رکوع میں اور لَنْ نَّدْعُوَا سورۂ کہف کے دوسرے رکوع میں اور لِیَرْبُوَا سورۂ روم کے چوتھے رکوع میں اور لِیَبْلُوَا سورۂ محمد کے اول رکوع میں اور نَبْلُوَا سورۂ محمد کے چوتھے رکوع میں اور ثَمُوْدَا چار جگہ سورۂ ہود[3] سورۂ فرقان اور سورۂ عنکبوت اور سورۂ نجم میں اور دوسرا قَوَارِیْرَا سورۂ دہر کے پہلے رکوع میں ان سب الفاظ میں الف کسی حال میں نہیں پڑھا جاتا۔ نہ وصل میں نہ وقف میں اور لٰکِنَّا خاص سورۂ کہف میں اور الظُّنُوْنَا اور الرَّسُوْلَا

---

[1] یعنی ان تینوں باتوں [illegible] کے ساتھ وقف کرنا جائز نہیں بلکہ [illegible] مجبوری [illegible] سانس اور آواز دونوں کا منقطع کرنا [illegible] اسی طرح پڑھو اور ان سب باتوں کا خیال رکھنا [illegible] جب وقف اضطراری [illegible]

[2] یعنی یہ الفاظ اس قاعدے سے خارج ہیں کہ ان کے آخر میں جو الف لکھا ہوا ہے وہ وقف میں بھی نہیں پڑھا جاتا

[3] اس سورۂ [illegible] میں [illegible] ہے مگر [illegible] سے [illegible] اِنَّ ثَمُوْدَا [illegible] ہے الف کے آخر میں لکھا ہوا ہے

[4] [illegible] ان کے [illegible] قاعدے [illegible] الف [illegible] وصل میں نہیں پڑھا جاتا لیکن چونکہ لکھا ہوا ہے اس لیے وقف میں پڑھا جائے گا ۱۲

اور اَلسَّبِیْلَا یہ تینوں سورۂ احزاب میں اور سَلٰسِلَا[۱۳] اور قَوَارِیْرَا یہ دونوں سورۂ دہر میں اور اَنَا جہاں کہیں آئے تمام قرآن میں ان تمام مفصل میں بحالت وصل الف نہیں پڑھا جاتا اور بحالت وقف میں الف پڑھا جاتا ہے۔ مگر فقط لفظ سَلٰسِلَا کو حالت وقف میں بدوں الف پڑھنا بھی مروی ہے یعنی سَلٰسِلْ (ف) قاعدہ ۱۲ جس کلمہ پر وقف کیا جائے اگر وہ ساکن ہے تب تو اس میں کوئی بات بتلانے کی نہیں اور اگر متحرک ہے تو اس پر وقف کرنے کے تین طریقے ہیں۔ ایک تو یہی جو سب جانتے ہیں کہ اس کو ساکن کر دیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس پر جو حرکت ہے اس کو بہت خفیف سا ظاہر کیا جائے اس کو روم کہا جاتا ہے اور اندازہ اس کا حرکت کا تہائی حصہ ہے اور یہ زبر میں نہیں ہوتا۔ صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے جیسے بِسْمِ اللّٰہ کے میم پر بجائے ذرا سا زیر پڑھ دیا جاوے کہ جس کو بہت پاس والا سنے یا نَسْتَعِیْنُ کے نون پر ایسا ہی ذرا سا پیش پڑھ دیا جائے اور رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے نون پر چونکہ زبر ہے یہاں ایسا نہ کریں گے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کی حرکت کا اشارہ صرف ہونٹوں سے کر دیا جائے یعنی پڑھا بالکل نہ جائے بلکہ اس حرکت کے ظاہر کرنے کے وقت ہونٹ جس طرح بن جاتے ہیں اسی طرح ہونٹوں کو بنا دیا جائے اور اس حرف کو بالکل ساکن ہی پڑھا جائے اور یہ اشمام کہلاتا ہے اور اس کو پاس والا بھی نہیں سن سکتا۔ کیونکہ اس میں حرکت زبان سے ذرا ادا نہیں ہوتی البتہ آنکھ والا پڑھنے والے کے ہونٹ دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ اس نے اشمام کیا ہے اور یہ اشمام صرف پیش میں ہوتا ہے اور زبر اور زیر میں نہیں ہوتا۔ مثلاً نَسْتَعِیْنُ کے نون پر پیش ہے۔ اس پیش کو پڑھا تو بالکل نہیں نون کو ساکن پڑھا مگر ہونٹوں کو نون ادا کرنے کے وقت[۱۸] ایسا بنا دیا جیسے پیش پڑھنے کے

---

[۱۲] کیونکہ دوسرے کلمہ کا حکم اس سے پہلے شکلوں ترتیب کے ساتھ بیان ہو چکا ہے ۱۲ [۱۳] پہلی کو بحالت وقف دونوں طرح پڑھتے ہیں۔ یا الف اور بلا الف ۱۲ [۱۴] یعنی کوئی خاص بات وہ ساکن ہے اور دوسرا کا آخر دینا اور رسم الخط کا لحاظ رکھنا ہی باقی اس حالت میں بھی ضرور ہوگا کہ اس صورت کی مثالیں فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ اور [illegible] وغیرہ ہیں کہ ان میں صرف مرسوم علیحدہ واقع الف اور میم سے [illegible] ساکن ہیں ۱۲ [۱۵] یعنی روم کے ساتھ وقف نہیں کریں گے ۱۲ [۱۶] [illegible] کے تین میں [illegible] اشمام [illegible] ۱۲

[۱۸] یعنی ادا کرنے کے فوراً ہی بعد کیونکہ اگر ہونٹوں کو ادا کرنے کے وقت گول کیا جائے گا تو پھر حرکت زبان سے بھی ادا ہو جائے گی اور اشمام میں زبان سے ادا نہیں ہوتی صرف ہونٹوں سے ہی اشارہ ہوتا ہے ۱۲

وقف ہو جاتے ہیں یعنی ندا چیخ سی بنا دی۔ (قاعدہ ۳۷) جن کلمہ کے آخر میں تنوین ہو وہاں بھی روم جائز ہے مگر حرکت ظاہر کرنے کے وقت تنوین کا کوئی حصہ ظاہر نہ کیا جاوے گا (تعلیم الوقف حضرت قاری عبداللہ صاحب کی) (قاعدہ ۳۸) تاء مدورہ کی شکل میں گول بھی ہوتی ہے مگر اس پر نقطے بھی دیئے جاتے ہیں۔ اگر ایسی تاء پر وقف ہو تو وہاں دو باتوں کا خیال رکھو ایک تو یہ کہ اس کو ہاء کے طور پر پڑھو۔ دوسرے یہ کہ وہاں روم اور اشمام مت کرو (تعلیم الوقف) (قاعدہ ۳۹) روم اور اشمام حرکت عارضی پر نہیں ہوتا ہے جیسے وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ میں کوئی شخص لَقَدْ پر وقف کرنے لگے تو دال کو ساکن ہی پڑھنا چاہیے اس کے زیر میں روم نہ کرے کیونکہ عارضی ہے (تعلیم الوقف) اور اس کو بھی عربی والے ہی سمجھ سکتے ہیں تم کو جہاں جہاں شبہ ہو

---

[۱] یعنی مطلب یہ ہے کہ خواہ ایک زیر اور ایک پیش ہو خواہ متعدد زیر اور متعدد پیش ہوں ان دونوں صورتوں میں روم جائز ہے اور اشمام زیر میں نہیں۔ ایک زیر اور ایک پیش کی مثالیں تو ترجمہ میں مذکور ہیں اور متعدد زیر اور پیش جن میں تنوین کی مثالیں وَعَلَيْهِمْ اور مِنْ رَّبِّهِمْ ہو سکتی ہیں ۱۲ [۲] یعنی تنوین بالکل حذف ہو جائے گی جیسے اَلرَّحِيْمِ اور مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ میں اور ایسے ہی نَسْتَعِيْنُ اور وَعُمُوْمُهُمْ میں وقف کی صورت میں کوئی فرق نہ ہوگا کیونکہ تنوین کے حذف ہو جانے کے بعد کلمہ منون اور غیر منون دونوں ایک ہی طرح ادا ہوتے ہیں ۱۲ [۳] یہ حضرت مولانا کے علم قراءت میں استاد ہیں جو مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ اور حضرت مولانا ... شیخ القراء تھے پاک و ہند کے اکثر قراء ان کے شاگرد ہیں۔ ۔۔۔ ۱۲ [۴] یعنی تاء (قاعدہ ۔۔) کبھی لمبی بھی لکھی جاتی ہے اس کو تاء مطولہ کہتے ہیں۔ تاء مدورہ کی مثال جیسے کلام اللہ میں اَفَرَءَيْتُمْ ... اللّٰہ اور تاء مطولہ کی مثال سی صورت کے میں وَاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ ہو سکتی ہے جیسے پہلے مرتبہ میں نِعْمَتَ اللّٰہِ کی تاء کو وقف میں ہ پڑھیں گے دوسرے مرتبہ میں دونوں حالتوں میں تاء ہی پڑھی جائے گی اور پہلے قاعدہ میں باوجود لکھی جانے کے روم بھی جائز نہ ہوگا ۱۲ [۵] حرکت عارضی وہ ہے جو اجتماع ساکنین کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے جیسے مثال کی مثال میں لقد کی دال اصل میں ساکن ہی ہے لیکن جب اس کو اسْتُهْزِئَ کے ساتھ وصل کیا جاتا ہے تو چونکہ اس کا سین بھی ساکن ہے اس لیے دو ساکنوں کے جمع ہو جانے کی وجہ سے دال پر عارضی طور پر کسرہ کی حرکت آجاتی ہے ۱۲ [۶] کیونکہ اس کے جاننے کے لیے عربی کا ڈھنگ یعنی ایسا ہونا اور اس کے آخری حرف کی حالت کا معلوم ہونا ضروری ہے اور یہ چیز بغیر عربی پڑھے معلوم نہیں ہو سکتی جیسا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ ولقد الگ کلمہ ہے اور اسْتُهْزِئَ الگ ہے اس وقت تک یہ معلوم نہ ہوگا کہ لقد کے دال کی اصلی حالت سکون ہے

کسی عالم سے پوچھ لو (قاعدہ ۵۵) جس کلمہ پر وقف کرو۔ اگر اس کے آخر حرف پر تشدید ہو تو روم اور اشمام میں تشدید بدستور باقی رہے گی (تسہیل الوقف) (قاعدہ ۵۶) جس کلمہ پر وقف کیا جائے اگر اس کے آخیر حرف پر زبر کی تنوین ہو تو حالتِ وقف میں اس تنوین کو الف سے بدل دیں گے جیسے کسی نے قرآن کریم نِسَآءً پر وقف کیا تو اس طرح پڑھیں گے نِسَآءَا (قاعدہ ۵۷) جس وقفی کا بیان گیارھویں لمعہ کے قاعدہ ۵۱ میں ہو چکا ہے۔ اگر روم کے ساتھ وقف کیا جائے اس وقت وہ تنوین ظاہر ہوگا مثلاً اَلرَّحِیْمٌ یا شَکِیْمٌ میں اگر پیش یا زیر کا ذرا سا حصہ ظاہر کریں۔ تو پھر ادا نہ کریں گے۔ (تعلیم الوقف)

اس وقت تک یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ زیر یا پیش ہے۔ حاشیہ نمبر ۲۲ کے شروع سے متعلق ضروری علم ۲۳ حاشیہ میں بھی بیان ہو چکا ہے ۱۲ ۲۵؎ مطلب یہ ہے کہ تنوین کی طرح وقف میں تشدید حذف نہیں ہوتی کیونکہ تشدید کے حذف ہو جانے سے عام طور پر ایک حرف کی کمی ہو جاتی ہے چنانچہ مُسْتَقَرًّا مُسْتَقَرٌّ جیسی مثالوں میں رَا بحالتِ وقف بھی مشدد ہی پڑھی جائے گی اور تشدید کا حذف ہرگز جائز نہیں ہوگا ۱۲ ۲۶؎ کیونکہ زبر کا تنوین الف ہی کی شکل میں لکھا جاتا ہے جیسے خَبِیْرًا ۔ بَصِیْرًا اور شَیْئًا وغیرہ کا تنوین بھی وصل میں تو تنوین ہی پڑھا جائے گا۔ اور وقف میں وہ تنوین الف سے بدل جائے گا اس لئے کہ وقف رسم کے تابع ہے۔ اور زیر اور پیش کا تنوین چونکہ لکھنے میں نہیں آتا اس لئے وقف میں حذف ہو جاتا ہے جیسے عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ کا تنوین۔ لیکن تاء کی تنوین کی مثال میں یہ تنوین میں جو الف لکھا ہوا نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تنوین قبل کی الف کی وجہ سے محذوف ہے۔ اور رسم کی تفصیل رسم کی تشریح نصاب کی اگلی کتابوں میں آجائے گی ۱۲

۲۷؎ یہاں مدّ سے مراد طول اور توسط ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اَلرَّحِیْمُ ۔ نَسْتَعِیْنُ اور تُکَذِّبٰنِ جیسے کلمات پر اگر روم کے ساتھ وقف کیا جائے گا تو اس صورت میں ان میں صرف قصر ہی ہوگا۔ طول و توسط نہ ہوں گے۔ کیونکہ طول و توسط اسی صورت میں ہوتے ہیں جب مدّہ کے بعد والے حرف کو پورے طور پر ساکن پڑھا جائے اور روم میں وہ پورے طور پر ساکن نہیں ہوتا بلکہ اس کی حرکت کا کچھ حصہ ادا کیا جاتا ہے جیسا کہ اس کی تعریف میں گزرا ۱۲

چودھواں لمعہ۔ فوائد[1] متفرقہ ضروریہ[2] کے بیان میں

اور گو ان میں سے بعض بعض فوائد اوپر بھی معلوم ہو گئے ہیں مگر چونکہ دوسرے مضامین کے ذیل میں بیان ہوئے تھے شاید خیال نہ رہے اس لیے ان کو پھر لکھ دیا اور بعضے نئے فائدے ہیں۔ (فائدہ ۱) سورۂ کہف کے پانچویں رکوع میں لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ میں یعنی لکنا میں الف لکھا تو ہے مگر پڑھا نہیں جاتا۔ البتہ اگر اس پر کوئی وقف کرے تو اس وقت پڑھا جائے گا (فائدہ ۲) سورۂ دہر کے شروع میں سَلٰسِلَا۠ یعنی دوسرے لام کے بعد بھی الف لکھا تو ہے مگر یہ بھی پڑھا نہیں جاتا۔ البتہ وقف کی حالت میں الف کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں طرح درست ہے اور پہلے لام کے بعد جو الف لکھا ہے وہ ہر حال[3] میں پڑھا جاتا ہے (فائدہ ۳) اسی سورۂ دہر میں وسط کے قریب قَوَارِيرَا۠ قَوَارِيرَا۠ دو جگہ ہے اور دونوں کے آخر میں الف لکھا ہے سو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ دوسری جگہ تو کسی حال میں الف نہیں[4] پڑھا جاتا خواہ وقف ہو یا نہ ہو اور پہلی[5] جگہ اگر وقف کرے تو الف پڑھا جائے گا اور اگر وقف نہ کرے تو نہیں پڑھا جائے گا۔ اور زیادہ عادت یہ ہے کہ پہلی[6] جگہ وقف کرتے ہیں اور دوسری جگہ

حواشی لمعہ چہاردہم

[1] فوائد متفرقہ ایسے فائدوں کو کہتے ہیں جو کسی ایک مضمون کے ساتھ متعلق نہ ہوں بلکہ ان کے اندر مختلف قسم کے مسائل بیان کیے گئے ہوں چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ کسی قاعدے کے ضمن میں تو کسی کلمہ کے الف کے پڑھنے اور نہ پڑھنے کا حکم بیان کیا ہے اور کسی کے ضمن میں شروط اور سکتہ کے مقام کو بتایا ہے اور کسی کے ضمن میں سکتہ کا مسئلہ بیان کیا ہے وغیرہ وغیرہ اور متفرقہ کے یہی معنی ہیں ۱۲ [2] چنانچہ ملا ۱ اس سے پہلے کے مختلف لمعات میں بیان ہو چکے ہیں جن میں سے پہلے تین کا ذکر تیرھویں لمعہ کے شروع میں ہے اور باقی تین کا حوالہ خود متن میں موجود ہے ۱۲

[3] یعنی وقف اور وصل دونوں حالتوں میں بخلاف سلاسلا کے آخر کے الف کے کہ اس کو صرف بحالت وقف پڑھا جاتا ہے وصل میں نہیں کیونکہ ویسے لکھنے سے بیان ہے ۱۲ [4] کیونکہ یہ ان کلمات میں سے ہے جن کا الف باوجود لکھا ہوا ہونے کے بالکل نہیں پڑھا جاتا اور ان کا بیان تیرھویں لمعہ کے شروع میں لِتَتْلُوَا۠ اور ثَمُودَا۠ وغیرہ کے ساتھ آچکا ہے ۱۲ [5] کیونکہ یہ ان کلمات میں سے ہے جن پر وقف رسم کے مطابق ہوتا ہے اور ان کا ذکر بھی تیرھویں لمعہ میں لٰكِنَّا۠ اور ظُنُوْنَا۠ وغیرہ کے ساتھ آچکا ہے ۱۲ [6] کیونکہ یہاں آیت ہے اور آیت پر وقف کرنا سب سے بہتر و مستحب ہے ۱۲

نہیں کرتے تو اس صورت میں پہلی جگہ لفت پڑھو دوسری جگہ مست پڑھو۔ (فائدہ ۶) ۔ قرآن
میں ایک جگہ اور ہے یعنی سورۂ ہود میں جو بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا ہے اس کا بیان لمعہ نمبر
قاعدہ نمبر میں دیکھو۔ (فائدہ ۷) ۔ سورۂ حٰم سجدہ میں ایک جگہ تسہیل ہے ءَاَعْجَمِیٌّ
اس کا بیان بارھویں لمعہ کے قاعدہ نمبر میں گذرا ہے دیکھو (فائدہ ۸) ۔ سورۂ حجرات میں
بِئْسَ الِاسْمُ میں اَلِاسْمُ کا ہمزہ نہیں پڑھا جاتا بلکہ اس کے لام کو اس کے سین سے ملا دیتے
ہیں۔ اس کا بیان بھی بارھویں لمعہ کے قاعدہ نمبر میں گذرا ہے۔ (فائدہ ۹) ۔ لَئِنْ بَسَطْتَّ
اور اَحَطْتُّ اور مَا فَرَّطْتُّمْ اور مَا فَرَّطْتُّ میں ادغام ناقص ہے[1] یعنی طا کو
تا کے ساتھ ملا کر مشدد کر کے اس طرح پڑھا جاتا ہے کہ طا کی صفت استعلاء و اطباق کے
ساتھ بدون قلقلہ[2] کے ادا ہو اور تا بھی ادا ہو اور اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ میں بہتر یہی[3] ہے کہ
پورا ادغام کیا جاوے یعنی قاف بالکل نہ پڑھا جائے بلکہ قاف کو کاف سے بدل کر اور دونوں
کو ملا کر مشدد کر کے پڑھا جائے (فائدہ ۱۰) ۔ نٓ وَالْقَلَمِ اور یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ
نون اور سین کے بعد جو واؤ ہے یرملون کے قاعدہ کے موافق جس کا ذکر دوسرے لمعہ کے

---

[1] ادغام ناتمام اور ادغام ناقص ایک ہی چیز ہے۔ اس کا مطلب سہل یوں سمجھو کہ ساکن و متحرک کے اجتماع
کو ہی بیان ہو چکا ہے یعنی ایسا ادغام جس میں مدغم، مدغم فیہ سے پوری طرح نہ بدلے بلکہ اس کی کوئی صفت رہ
جاتی ہے۔ چنانچہ نون ساکن و تنوین کا ادغام واؤ اور یا میں اور طا کا ادغام تا میں اسی طرح کا ہوتا ہے۔ کیونکہ
وہاں نون کی صفت غنہ باقی رہتی ہے اور یہاں طا کی صفت اطباق باقی رہتی ہے۔ ادا کرنے کا طریقہ تو عملی
ہے۔ دل کانوں سے سن کر محسوس کرنا اور پھر اس کے موافق ادا کرنا صرف استاد کی زبان سے سننے اور ان کے
مطابق مشق کرنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اور طا کے اس ادغام کی مثالیں قرآن مجید میں چند ہیں جو متن
میں مذکور ہیں ۱۲۔

[2] کیونکہ اگر قلقلہ کیا جائے تو ادغام نہ رہے گا۔ بلکہ اظہار ہو جائے گا ۱۲

[3] لفظ بہتر یہ اس طرف
اشارہ ہے کہ اس میں ادغام ناقص بھی جائز ہے مگر بہتر ادغام تام ہی ہے۔ تو فرق یہ سمجھ
لی ہے۔ ادغام ناقص کی کیفیت یہ ہے کہ قاف کو کاف سے پوری طرح نہ بدلا جائے بلکہ اس کی
صفت استعلاء کو باقی رکھ کر بغیر قلقلہ کے ادا کیا جائے مَا فَرَّطْتُ وغیرہ کی طرح ۱۲ م

قاعدہ ۲۲ میں آچکا ہے۔ اس واسطے ادغام[۱۱] ہونا چاہیے مگر ادغام نہیں کیا جاتا۔ فائدہ ۵۱ سورۂ یوسف کے دوسرے رکوع میں جو لَا تَاْمَنَّا ہے اس میں نون پر اشمام[۱۲] کیا کرو۔ فائدہ ۵۲ قرآن مجید میں کہیں کہیں سکتہ لکھا ہوا پاؤ گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں ذرا ٹھہر جاؤ مگر سانس مت توڑو۔ اور باقی سب قاعدے[۱۳] اسی وقف کے جاری ہوں گے۔ فائدہ ۵۳ سورۂ قیامہ میں ہے مَنْ سکتہ رَاقٍ تو یہ سکتے کے موافق مَن کے نون کا راء میں ادغام ہو جاتا ہے مگر ادغام نہیں ہوا۔ کیونکہ جب سکتہ کر جائے وقف کے مشابہ ہو گیا اور نون اور راء میں اتصال[۱۴] نہیں رہا۔ اس لیے ادغام نہیں ہوا۔ اسی طرح سورۂ کہف میں ہے عِوَجًا سکتہ قَیِّمًا تو اگر عِوَجًا پر وقف نہ کریں اور بعد سے ملا کر پڑھیں تو اخفا نہیں ہوگا بلکہ جیم کی تنوین کو الف سے بدل کر سکتہ[۱۵] کیا جائے گا اور تمام قرآن شریف میں حفصؒ کی روایت میں کل سکتے چار ہیں۔ ایک سورۂ قیامہ میں، دوسرا سورۂ کہف میں جو لکھا گیا ہے، تیسرا سورۂ یٰسین میں مِنْ مَّرْقَدِنَا کے الف پر جبکہ مابعد سے ملا کر پڑھا[۱۶] جاوے، اور چوتھا سورۂ مطففین میں بَلْ سکتہ رَانَ کے لام ساکن پر

---

[۱۱] کیونکہ حضرت حفصؒ جن کی روایت کے موافق ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں یہ لفظ ان کو اپنے استاذ سے اشمام کے ساتھ پہنچا ہے ۱۲۔ [۱۲] یعنی نون کی تشدید ادا کرتے وقت ہونٹوں کو اس طرح گول کر لینا کہ جس طرح پیش کے وقت کیے جاتے ہیں اسی کو اشمام کہتے ہیں اور کیفیت اس کی استاذ کے ہونٹوں کو دیکھ کر ہی معلوم ہو سکتی ہے ۱۲۔ [۱۳] یعنی سانس کا توڑنا۔ حرکت کو ساکن کرنا زبر کی تنوین کو الف سے بدلنا اور ادغام وغیرہ کا نہ کرنا ۱۲۔ [۱۴] اگرچہ وقف اور سکتہ میں یہ فرق ہے کہ وقف میں سانس توڑ دیا جاتا ہے اور سکتہ میں نہیں توڑا جاتا لیکن آواز چونکہ دونوں میں ٹوٹ ہی جاتی ہے اس لیے ایک حرف کا دوسرے حرف کے ساتھ اتصال جیسے وقف میں نہیں رہتا ایسے ہی سکتہ میں بھی نہیں رہتا۔ اور یہ احکام یعنی ادغام اور اخفاء وغیرہ اتصال ہی کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے وقف کی طرح سکتہ میں بھی یہ احکام پیدا نہیں ہوتے

[۱۵] یعنی سکتہ الف پر ہوگا نہ کہ تنوین پر کیونکہ وقف کی طرح سکتہ میں بھی زبر کی تنوین کو الف سے بدلنا ضروری ہے۔ جیسا کہ حاشیہ ۱۳ میں بیان ہو چکا ۱۲۔

[۱۶] ملا کر پڑھنے کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر یہاں وقف کر دیا جائے تو سکتہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ سکتہ وصل ہی کی حالت میں ہوتا ہے ۱۲۔

ہیں ان کے سوا سورۂ فاتحہ وغیرہ میں[۱۴] لیس سکتے نہیں۔ (فائدہ ۱۱) قرآن مجید میں جہاں پیش آوے اس کو واؤ معروف[۱۵] کی سی بو دے کر پڑھو اور جہاں زیر آوے اس کو یائے معروف کی سی بو دے کر پڑھو۔ بعضے ملک میں پیش کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ مجہول پیدا ہوتی ہے۔ اور زیر کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دو تو یائے مجہول پیدا ہوتی ہے۔ یہ بات عربی[۱۶] زبان کے خلاف ہے ایسا مت کرو۔ بلکہ پیش کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ معروف پیدا ہو۔ اور زیر کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو یائے معروف پیدا ہو۔ اور اس کے اس طرح ادا ہونے کو ماہر استاد سے سن لو۔ لکھا ہوا[۱۷] دیکھنے سے کبھی شاید ہی آیا ہو۔ (فائدہ ۱۲) جب حرف مشدّد پایا جاوے۔ مشدّد پر وقف ہو تو ذرا سختی[۱۸] سے تشدید کو ظاہر کرنا چاہیے تاکہ تشدید باقی رہے جیسے

---

[۱۴] سورۂ فاتحہ میں سکتہ کی نفی اس لیے فرمائی ہے کہ بعض جہلا اس کی مندرجہ ذیل سات مقامات پر سکتہ کرتے ہیں ۱ اَلْحَمْدُ کے دال پر ۲ لِلّٰهِ کی ھا پر ۳ مٰلِکِ ۴ اِیَّاکَ ۵ اِیَّاکَ کے کاف پر ۶ اَنْعَمْتَ کی تا پر ۷ الْمَغْضُوْبِ کی با پر۔ خوب یاد رکھو ان مقاموں پر سکتہ کرنا بالکل غلط اور لغو ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ فن کی کتابوں میں ان سکتوں سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے ۱۲

[۱۵] یعنی باریک اور لطیف اور پُر دینے کا مطلب یہ ہے کہ پیش میں واؤ معروف کی اور زیر میں یائے معروف کی بو ہونا چاہیے۔ اس طرح کہ اگر زیر اور پیش کو کھینچا جائے تو زیر سے یائے اور پیش سے واؤ معروف پیدا ہو نہ کہ مجہول جیسا کہ آگے آ رہا ہے گو تفہیم کے لیے بھی اس کی وضاحت کی گئی ہے ۱۲ [۱۶] یعنی مطلب یہ ہے کہ عربی میں واؤ اور یائے مجہول کا تلفظ ہے ہی نہیں۔ البتہ فارسی اور اردو میں معروف اور مجہول دونوں طرح کے واؤ اور یاء پائے جاتے ہیں۔ مثالیں آئندہ حاشیہ میں دیکھو ۱۲ [۱۷] ظاہر ہے کہ کسی حرف کا تلفظ محض لکھنے سے کبھی نہیں آ سکتا ہے لکھا ہوا دیکھ کر اس طرح ادا نہیں ہو سکتی۔ البتہ معروف اور مجہول دونوں طرح کی واؤ اور یاء کو مثالوں میں غور کرنے سے فرق محسوس ہو سکتا ہے۔ واؤ اور یاء معروف کی مثال نور، چیل اور مجہول کی مثالیں مور، بید، سیر وغیرہ ہیں ۱۲ [۱۸] کیونکہ سختی سے ادا نہ کرنے کی صورت میں دو حرف پائے جانے والے تلفظ ادا کرنے میں اشباع ہو جاتا ہے۔ یہ ادا مختلف ہو جاتے ہیں یعنی وہ تشدید ادا نہیں ہوتی اور تشدید پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں دو حرفوں جتنی دیر لگائی جائے۔ پہلا حرف مشدّد میں ساکن ہوتا ہے اس کا خیال رکھا جائے۔ یعنی پہلے حرف کو سختی سے ادا کیا جائے اور دوسرے کو متحرک پڑھا جائے دکھانے کے لیے یہی کافی ہے

عَلٰی اور عَلَی النَّبِیِّ (فائدہ ۲۴؎) سورۂ یوسف میں ہے لَیَکُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ اور سورۂ علق میں ہے لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَۃِ اگر لَیَکُوْنًا اور لَنَسْفَعًا پر وقف کرو تو الف سے پڑھو یعنی تنوین مت پڑھو (فائدہ ۲۵؎) بعض لفظ قرآن مجید میں ایسے لکھے جاتے ہیں صاد سے اور اس پر چھوٹا سا سین لکھ دیتے ہیں اس کا قاعدہ یہ ہے ایک تو سورۂ بقرہ میں ہے۔ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ دوسرا سورۂ اعراف میں فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَۃً ان دونوں جگہوں میں سین پڑھو۔ تیسرا سورۂ طور میں اَمْ ہُمُ الْمُصَۜیْطِرُوْنَ اس میں چاہے سین پڑھو چاہے صاد پڑھو۔ چوتھا سورۂ غاشیہ میں بِمُصَیْطِرٍ اس میں صاد پڑھو۔ (فائدہ ۲۶؎) ایسی سات قسمیں قرآن مجید میں ایسے ہیں کہ لکھا ہوا تو ہے لا اور پڑھا جاتا ہے لَ۔ پڑھتے وقت ان کا بہت خیال رکھو۔ ایک سورۂ آل عمران میں لَاِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ دوسرا سورۂ توبہ میں وَّلَاۡاَوْضَعُوْا تیسرا سورۂ نمل میں اَوْلَاۡاَذْبَحَنَّہٗ چوتھا والصّٰفّٰت میں لَاِلَی الْجَحِیْمِ۔ پانچواں سورۂ حشر میں لَاَنْتُمْ اَشَدُّ۔ اسی طرح سورۂ آل عمران کے پندرھویں

سبب کہ تشدید کے ہوتا ہے یعنی واؤ اور یا پر تشدید ہوجاتی ہے۔ تشدید اور جزم ہے اور بصورت اور جزم ۲۴؎ لَیَکُوْنًا اور لَنَسْفَعًا کی ظاہری صورت کو دیکھتے ہوئے تو اس فائدہ کا بظاہر کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ زبر کے تنوین کا عام قاعدہ یہی ہے۔ کہ وقف میں اس کو الف سے بدل دیتے ہیں۔ جیسا کہ تیسرے نمبر کے فائدہ میں گذر چکا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ اس فائدہ کی ضرورت یوں پیش آئی کہ ان دونوں لفظوں کے آخر میں جو نون ہے وہ نون تنوین نہیں بلکہ نون خفیفہ ہے کیونکہ نون تنوین اسم کا خاصہ ہے اور یہ دونوں فعل ہیں مگر ان کا نون عام دستور کے خلاف زبر کے تنوین کی صورت میں لکھا ہوا ہے۔ اس لیے اس بات کا احتمال تھا کہ کوئی شخص کلمہ کی اصل کا لحاظ کرتے ہوئے کہیں ان پر نون کے ساتھ وقف نہ کرے اسی لیے مؤلف نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ وقف چونکہ رسم کے تابع ہے۔ ان دونوں لفظوں کی رسم الف سے ہے۔ اس لیے یہاں وقف الف کے ساتھ ہوگا نہ کہ اصل کا اعتبار کرتے ہوئے نون کے ساتھ۔ اور تنوین کی جگہ زبر سے پڑھنے سے مراد کیا ہے۔ اس تنوین سے مراد نون ہی ہے۔ چونکہ دونوں کا تلفظ ایک جیسا ہوتا ہے اس لیے ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کر دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

رکوع میں لکھا ہوا ہے لَا۟اَذْبَحَنَّهٗ اور پڑھا جاتا ہے لَاَذْبَحَنَّهٗ اور چند مقامات میں لکھا ہوا ہے مَلَا۟ئِهٖ اور پڑھا جاتا ہے مَلَئِهٖ اور سورۂ کہف کے چوتھے رکوع میں لکھا ہوا ہے لِشَا۟یْءٍ اور پڑھا جاتا ہے لِشَیْءٍ اور بعض جگہ لکھا ہوا ہے نَبَا۟ئِ اور پڑھا جاتا ہے نَبَئِ۔

تنبیہ: ان مذکورہ قاعدوں کے اکثر قاعدوں میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور بعض میں اختلاف ہے جن میں سے ان میں امام حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ کے قواعد لکھے ہیں۔

مسئلہ ٢٢ ۔ یہ قاعدہ لکھنے کے لیے ہے۔ باقی وقف کی صورت میں تین صورتیں جائز ہیں۔ مسئلہ ٢٣ یعنی الف مت پڑھو۔ کیونکہ ان کلمات میں الف پڑھنے سے لفظ اصل مطلوب ہے۔

مسئلہ ٢٤ قرآن مجید کے بعض کلمات کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی طرح پڑھنے کی اجازت دی ہے مثلاً مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ کو مَلِكِ۔ اور وَمَا یُخٰدِعُوْنَ کو وَمَا یَخْدَعُوْنَ۔ اور وَصّٰی کو اَوْصٰی وغیرہ وغیرہ۔ ایسی اختلافات کو مختلف قراءت کہتے ہیں۔ بہت سے صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ اور پھر اپنے شاگردوں کو پڑھایا۔ اور صحابہؓ کے شاگرد اور ان شاگردوں کے شاگرد ان کے قراءت کے اختلافات اپنے شاگردوں تک پہنچایا۔ صحابہؓ و تابعین کے بعد بھی لوگوں سے قرآن پڑھا اور جنہوں نے لوگوں کو پڑھایا ان کی تعداد بہت ہے اور ان میں سات بہت مشہور اور ممتاز ہیں جن کو سات قاری کہا جاتا ہے اور ان سات کی قراءت کو سبع قراءت کہا جاتا ہے۔ پھر ان سات میں سے ہر ایک کے بہت شاگرد تھے مگر ان میں سے دو دو شاگرد ہر امام کے، ایسے مشہور ہوئے کہ ان کو راوی بھی کہتے ہیں اور ان کی روایتیں بھی مشہور ہیں۔ ان سات اماموں میں سے ایک امام عاصم کوفی ہیں۔ ان کے دو مشہور شاگرد راوی ہیں ایک کا نام حضرت امام شعبہؒ اور دوسرے کا نام امام حفص رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اگرچہ ان سب قاریوں کی قراءتیں اور ان کے شاگردوں کی روایتیں صحیح ہیں اور پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں اور لکھے ہوئے ان کی کتابیں بھی ہیں۔ لیکن ان میں سب سے زیادہ مشہور حضرت حفصؒ کی روایت ہے۔ اور ہمارے ملک میں زیادہ تر اسی کو پڑھا جاتا ہے جیسا کہ اس رسالہ کی غرض

جن کی روایت کے موافق ہم لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ اور انھوں نے قرآن مجید کو نقل کیا ہے امام عاصمؒ تابعی سے۔ اور انھوں نے زر بن حبیش اسدیؒ اور عبد اللہ بن حبیب سلمیؒ سے اور انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے اور ان سب حضرات نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

حفصؒ کی روایت کے موافق لکھا ہے اور جن کلموں میں ان کا اور دوسرے قاریوں کا اختلاف ہے۔ وہاں بھی روایت کے موافق لکھا ہے اور آگے حضرت حفصؒ کی سند بیان کی ہے یعنی ان حضرات کے اسمائے گرامی بیان کیے ہیں۔ جن کے ذریعہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پہنچا ہے اگرچہ اسمائے گرامی زیادہ ہیں لیکن واسطے صرف تین ہیں۔ ہم نے طلبہ کو سمجھانے کی غرض سے تین ہی واسطوں پر نمبر لگا دیے ہیں۔

پہلے امام حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شاگرد ہیں امام عاصم کوفیؒ کے اور یہ پہلا واسطہ ہیں۔ اور امام عاصمؒ شاگرد ہیں حضرت زر بن حبیش اسدیؒ اور حضرت عبد اللہ بن حبیب سلمیؒ کے۔ اور یہ دونوں دوسرا واسطہ ہیں۔ کیونکہ امام عاصمؒ نے ان دونوں ہی سے پڑھا ہے۔ اور پھر یہ دونوں شاگرد ہیں پانچ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے یعنی حضرت عثمانؓ۔ حضرت زید بن ثابتؓ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابی بن کعب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے۔

پھر یہ پانچوں صحابہ تیسرا واسطہ ہیں۔ اور باقی ظاہر ہے۔

خاتمہ

چاند کا پورا لمعہ بھی چودھویں رات کو ہوتا ہے۔ یہاں بھی چودھویں لمعہ کے ختم پر سب مضامین پورے ہو گئے۔ اس لیے یہاں پہنچ کر رسالہ ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مقبول فرما دے۔ طالب علموں سے خصوصاً بچوں سے خصوصی قدردانوں سے رضائے مولیٰ کی دعا کا طالب ہوں۔

اشرف علی عفی عنہ۔ ۵ صفر ۱۳۲۲ھ

---

۲۵ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کی طرف سے نسبت ہے۔ جبکہ نو تعلیمین کی خواہش پر مولانا نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ جن کا ذکر خطبۃ الکتاب میں ہے۔

۲۶ محشی پر تفسیر ابوالاشرف کی جلد ناظرین سے بالعموم اور مبتدی و منتہی و دیگر خدام قرآن سے بالخصوص فلاح دارین اور حسن خاتمہ کی دعا کا طالب ہے۔ امید ہے کہ ان حواشی سے استفادہ کرنے والے اور ان کا مطالعہ کرنے والے حضرات خصوصاً ذریت صالحین اس ناچیز کو اور سابقین کتاب کے کاتبوں کو فراموش نہیں فرمائیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریاتہ و اہل بیتہ اجمعین وارحمنا معہم برحمتک یا ارحم الراحمین۔

تمت بالخیر

۲۳ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ بروز یک شنبہ۔ بوقت ۲ بج کر ۵ منٹ (صبح)

معلم التجوید للمتعلم المستفید

(علم تجوید کی دوسری اہم اور مفید ترین کتاب)

مصنفہ: حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ کتاب علم تجوید کے موضوع پر بالکل نئے انداز اور نرالے طرز کی ہے نہایت جامع اور فن کے جملہ مسائل پر حاوی ہے۔ ہر مسئلہ کو نہایت سلیس اور عام فہم عبارت میں بشکل سوال وجواب سمجھایا گیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یوں محسوس ہوگا کہ گویا آپ اپنے شفیق اور مہربان استاد سے فن کے مسائل دریافت کر رہے ہیں اور وہ نہایت شفقت اور خیرخواہی کے جذبہ سے آپ کے سوال کی ایک ایک شق کا جواب دے رہے ہیں۔ اس طرح اس کتاب کے پڑھ لینے سے فن کے تمام مسائل نہایت سہولت اور خوبی کے ساتھ ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ زبان نہایت سلیس عام فہم طرز بیان دلآویز اور ترتیب نہایت عجیب ہے کہ متعلم ذرا سی محنت سے بآسانی قواعد و تجوید پر عبور حاصل کر سکتا ہے علم و تجوید میں ماہر و کامل بننے اور اس کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے کتاب کے شروع میں نہایت مفید اور ضروری مقدمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ جس میں قرآن کریم کی عظمت تلاوت قرآن مجید کے فضائل اور اس کی جمع و تدوین کی تاریخ وغیرہ۔ یہ چیزیں مختصر طور پر بیان کی گئی ہیں۔ کتاب کی افادیت اور خوبیوں کا پورا پورا اندازہ تو مطالعہ کے بعد ہی ہو سکے گا۔ صفحات ۲۳۸

نوٹ:۔ نصاب کی ترتیب کے لحاظ سے معلم التجوید کا درجہ جمال القرآن کے بعد اور فوائد مکیہ سے پہلے ہے۔ اس لیے اگر جمال القرآن کے بعد اس کو پڑھ لیں پھر مطالعہ کریں تو اس سے ان شاء اللہ العزیز فوائد مکیہ کے حقائق سمجھنے میں بہت ہی آسانی میسر آسکتی ہے۔